رائج عدالتی نظام میں فراہمی انصاف میں تاخیر

(قرآن وسنت اور دستور پاکستان کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ)

حافظ حبیب الرحمٰن*

شمس الحق**

اجتماعی زندگی میں انسانوں کے درمیان بے شمار قسم کے تنازعات جنم لیتے ہیں، جنہیں طے کرنے کے لیے مملکت کا نظام وجود میں آتا ہے۔ ریاست کا مقصد وجود عدل وانصاف کا قیام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم وجدید تمام ریاستی نظاموں میں عدلیہ کو نہایت اعلیٰ مقام دیا گیا ہے۔ جدید ریاستوں کے دساتیر و روایات میں عدلیہ ریاست کا نہایت اہم، برتر اور خود مختار حصہ ہے۔ نظام قانون اور طرز عدل گستری کے گہرے نقوش افراد معاشرہ پر تعمیری یا تخریبی انداز میں مرتب ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر موجودہ عدالتی نظام کے حوالے سے ہر طبقہ کی طرف سے سوالات اٹھائے جارہے ہیں، بالخصوص مقدمات کی غیر ضروری طوالت، حصول انصاف میں غیر معمولی تاخیر، مہنگا انصاف، طبقاتی امتیاز وغیرہ۔ جس ملک میں بااثر مجرموں کے ساتھ خصوصی سلوک ہو اور دوسری طرف ایک عام شہری ایف آئی آر بھی نہ کٹوا سکتا ہو اور خود سوزی پر مجبور ہو جائے تو ایسے نظام کے حوالے سے لازماً سوالات اٹھتے ہیں۔ بھاری اخراجات اور ضابطہ جاتی طریق کار کی خامیوں کے حوالے سے ہر سطح پر موجودہ عدالتی نظام گفتگو کا اہم عنوان بنا ہوا ہے۔ ان کمزوریوں کا احساس حکومتی سطح پر بھی رہا ہے۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد سے وقتاً فوقتاً عدالتی اصلاحات کے حوالے سے جو اقدامات کیے جاتے رہے ہیں ان کا اندازہ درج ذیل کمیٹیوں اور Law Reform Commissions سے کیا جا سکتا ہے:

- Commission on Marriage and Family Laws, 1956
- Law Reform Commission, 1958;

* اسسٹنٹ پروفیسر / چیئرمین شعبہ تربیت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد کیمپس) اسلام آباد، پاکستان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، چیئرمین شعبہ مطبوعات، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد کیمپس) اسلام آباد، پاکستان۔

- High Powered Law Reform Committee, 1974;
- Law Committee for Recommending Measures forSpeedy Disposal of Civil Litigation, 1978;
- Committee to Formulate Concrete Proposals for Simplifying the Present Legal Procedure

1981 میں ایک مستقل Pakistan Law Commission قائم کیا گیا جسے بعد میں Law and Justice Commission of Pakistan کا نام دیا گیا۔اس کمشن کا ایک مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

Introducing Reforms in the administration of justice. (1)

اس نوع کے متعدد اور کمشن بھی بنتے رہے اور ان کی بعض سفارشات پر جزوی عمل بھی ہوا، مثلاً جوڈیشل اکیڈمی کا قیام ،لا کمشن کی منظوری، عائلی قوانین میں بعض تبدیلیاں، جج صاحبان کی تنخواہوں میں اضافہ ،عدلیہ کی انتظامیہ سے علاحدگی وغیرہ۔تاہم یہ جزوی اصلاحات نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکیں۔بقول جسٹس جاوید اقبال:

The Pakistan Law Commission has been recording and publishing judicial statistics and the Pakistan Law Digest (PLD), but it has not been very effective in changing the nature of dispensation of justice.(2)

موجودہ نظام سے وابستہ جج صاحبان، وکلا اور ماہرین قانون کے نزدیک وہ کون سے کمزور پہلو ہیں جن کی وجہ سے دن بدن موجودہ عدالتی نظام سے عوام کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے، اس کا اندازہ درج ذیل قابل اصلاح پہلوؤں سے کیا جا سکتا ہے جن کی نشان دہی فروری ۲۰۰۷ء میں منعقد ہونے والی نیشنل جوڈیشل کانفرنس (National Judicial Conference) جیسے اعلیٰ سطح کے فورم پر اعلیٰ عدلیہ کے جج صاحبان اور ماہرین قانون کی طرف سے کی گئی ہے۔

حصہ اول: موجودہ عدالتی نظام کے چند قابل اصلاح پہلوؤں کی نشان دہی

ا۔ مہنگا اور سست رفتار نظام انصاف

نیشنل جوڈیشل پالیسی میکنگ کمیٹی کے زیر اہتمام قومی جوڈیشل کانفرنس میں ججوں اور وکلا سے سابق چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے خطاب کرتے ہوئے کہا: "مہنگے اور سست رفتار انصاف کے نظام نے عوام کو بد دل کر دیا

ہے۔۔۔ بروقت انصاف ہی اصل انصاف ہے۔ تیزی سے مقدمات نمٹائے بغیر عدلیہ پر عوام کے اعتماد کو بحال کرنا ممکن نہیں۔" (۳)

اس کانفرنس میں ایک مکمل نشست (session) کا موضوع: "Delay Reduction: Issues and Strategies" تھا۔ تمام مقالہ نگاران نے یہ بات کہی کہ انصاف میں تاخیر ایک تباہ کن مسئلہ ہے جس کی وجہ سے لوگ انصاف کے حصول کے لیے عدالتوں کا رخ کرنے سے احتراز کرتے ہیں:

The delay in dispensation of justice is a chronic problem and has been the main issue before the successive law reform commission set up from time to time. The delay has tormented the litigant public to an extent that today even these with meritorious claims are reluctant to go to the Courts for redress of their grievances"(4)

ا. کانفرنس کے شرکاکے نزدیک انصاف میں تاخیر کی وجوہات

- عملہ کی کمی (Shortage of Staff)
- ماتحت عدلیہ کے جج صاحبان کی Civil Procedure Code کے استعمال سے عدم واقفیت یا غلط استعمال
- مقدمات کا بار بار التوا (Adjournments)
- کیس فلو مینجمنٹ کی کمی (No active Case flow Management)
- وکلا کے تاخیری حربے
- نااہل تفتیش کار/ تفتیش کا ناقص انتظام

ب. کانفرنس کی سفارشات

ان مسائل کا حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ مطلوبہ تعداد میں جج صاحبان اور دیگر عملہ مہیا کیا جائے، ماتحت عدالتوں کو ضابطہ دیوانی اور فوج داری کے استعمال کی تربیت دی جائے، CPC میں جو ٹائم فریم دیا گیا ہے اس کی سختی سے پابندی کی جائے اور مقدمات کے بار بار التوا کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ استثنائی حالات کے علاوہ مقدمات ملتوی نہ کیے جائیں۔ وکلا ضابطہ اخلاق کی پابندی کریں اور اہل افراد کو تفتیش کا کام سونپا جائے۔ اپیل اور مقدمہ کے لیے

ٹائم فریم مقرر کیا جائے اور استغاثہ کو پابند بنایا جائے کہ وہ اس عرصہ میں ثبوت فراہم کرے۔(۵)

ج. قانون کی بالادستی اور عدلیہ کی خود مختاری

اس مسئلہ کے لیے بھی کانفرنس میں ایک مستقل سیشن رکھا گیا تھا۔ قانون کی بالادستی اور بروقت انصاف کی فراہمی کے لیے عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری کس حد تک ناگزیر ہے اس کا اندازہ سپریم کورٹ کے ایک فاضل جج کی تقریر کے درج ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے:

The need for an independent judiciary becomes more inevitable during the periods of supra-constitutional deviations. During such periods the judicial thinking as an independent prism guarantees security to the apartheid, to the weak, to the powerless and keep on reminding the blind and black power to restraint while serving as a safe asylum for the downtrodden, distressed and deprived segments of the society. This is the point where judicial independence, takes lead to save society from sinking in abyss." (6)

یہ تو دو وہ جوہری نوعیت کی کمزوریاں ہیں جن کا اعتراف اس نظام سے وابستہ جج صاحبان اور ماہرین قانون بھی کرتے ہیں کہ "انصاف کا حال یہ ہے جس طرح اشیا کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور ان کے دام ٹھہرتے ہیں اسی طرح انصاف بھی فروخت ہوتا ہے، آج بھی غریب اور نادار شخص کے لیے انصاف کے دروازے بند ہیں، کیونکہ وہ انصاف خرید نہیں سکتا۔"(۷)

یہ عملی مشاہدہ ہے کہ سول ججوں، سینئر سول ججوں اور سیشن ججوں کی عدالتوں کے باہر اس دن کے مقدموں کی سماعت کی لسٹ جو دیوار کے ساتھ آویزاں ہوتی ہے اس میں تقریباً ستر، سو کے قریب کیس درج ہوتے ہیں جن کی سماعت اس دن مقرر ہوتی ہے۔ چند کیسوں کی سماعت کے بعد تاریخوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ انصاف کے متلاشی صبح آٹھ بجے سے لے کر سہ پہر ۳ بجے تک عدالتوں کے باہر دھکے کھاتے، پریشان ہوتے اور انتظار کی آگ میں سلگتے دکھائی دیتے ہیں۔ مظلوم اس تذلیل اور انسانیت سوز عمل سے سال ہا سال تک دوچار رہتا ہے۔ دیوانی مقدمات تو نسل در نسل چلتے ہیں۔ متاثرہ فریق اپنا سارا سرمایہ جھونک کر بھی انصاف نہیں حاصل کر پاتا۸۔ دونوں اطراف کے وکلا ہرگز اس معاملہ میں سنجیدہ نہیں ہوتے کہ کیس کو منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔

ایک ہائی پروفائل مقدمہ میں کہا گیا کہ "ہم قانونی نکات کے ذریعہ معاملہ کو جتنا لٹکا سکتے تھے لٹکایا"۔ یہ انصاف کو دیدہ دلیری سے روندنا نہیں تو اور کیا ہے۔ وکلا عموماً منشیوں کے ذریعہ عدالتوں میں حاضر ہونے سے معذرت کرنے کے فن سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ کسی نہ کسی فریق کا وکیل کسی اعلیٰ عدالت میں مصروف ہونے کا بہانہ کرتا ہے۔ وکالت کا پیشہ انصاف کی فراہمی میں معاونت کی بجائے ذریعہ معاش بن چکا ہے۔ عدالتوں کا بے نیاز رویہ اور عدم دلچسپی بھی تاخیر کا موجب بنتا ہے۔ کسی کیس کا فیصلہ ہو جائے تو ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں یہ کیس اپیل کی شکل میں نئے سرے سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ رشوت، بدعنوانی اور سفارش اس بے رحم نظام کا جزو لاینفک بن چکی ہے(۹)۔

د. انصاف میں تاخیر اور بے پناہ اخراجات کے نتائج

انصاف کے حصول سے مایوسی کے نتیجہ میں خود سوزیوں اور خودکشیوں کے واقعات تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

- انصاف میں تاخیر مزید جرائم کو فروغ دینے کا باعث بن رہی ہے اور اس سے جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ وہ جرم کرکے پھر کسی ماہر قانون کی خدمات حاصل کرکے انصاف کو پاؤں تلے روندتے ہوئے صاف بچ جاتے ہیں۔
- انصاف کے حصول میں تاخیر اور دشواری کی بدولت عدلیہ سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے اور از خود انتقام کے رویے فروغ پا رہے ہیں۔
- ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو ظلم و ستم سہہ لیتے ہیں، ناانصافی اور زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن وہ اس نظام کا رخ نہیں کرتے۔ اس کا اعتراف اعلیٰ عدلیہ سے وابستہ جج صاحبان کر چکے ہیں ۱۰۔
- جس معاشرہ میں عدل و انصاف نہ ہو وہاں لاقانونیت اور جنگل کا قانون اپنا راستہ خود بناتا ہے۔

ہ. ارباب قضا کے نزدیک اس کا حل

عام طور پر عدلیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ججوں کی تعداد بڑھا دی جائے، ججوں کی مناسب تربیت کا اہتمام کیا جائے، CPC میں جو ٹائم فریم دیا گیا ہے اس کی پابندی کی جائے، اہل افراد کو تفتیش کا کام سونپا جائے اور وکلا ضابطہ اخلاق کی پابندی کریں تو بروقت انصاف ممکن ہے۔ عدلیہ کے وقار کو بحال کرنے اور بروقت انصاف کے حصول کے لیے متعدد سطحوں پر کام کیا جا رہا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد نئے قوانین، نئے ایکٹ اور نئے ضوابط معرض وجود میں آچکے ہیں۔ دستور بن چکا ہے اور قوانین میں بے شمار ترامیم ہو چکی ہیں۔ ایک مستقل وفاقی حکومتی ادارہ قانون و انصاف کمیشن آف پاکستان (Law and Justice Commission of

(Pakistan ہے جو اپنے فرائض منصبی کے مطابق قوانین کی اصلاح اور عدالتی نظام کی ترقی و بہتر کارکردگی کے لیے گزشتہ ۳۷ سال سے سرگرم ہے، اس کے دائرہ اختیار میں تمام ملکی قوانین کا جائزہ لینا شامل ہے تاکہ سماجی اور معاشی حالات کے بدلتے تقاضوں کے مطابق ان میں ضروری تجاویز و ترامیم مرتب کرکے حکومت کو برائے نفاذ ارسال کی جاسکیں۔ اب تک پچاس سے زائد رپورٹس منظوری کے بعد حکومت کو پیش کی گئی ہیں جن میں بعض کا نفاذ بھی ہوا ہے۔(۱۱)

ایک سابق رجسٹرار سپریم کورٹ کے فراہم کردہ اعداد و شمار سے ملک بھر میں جرائم کی شرح اور عدلیہ کی کارکردگی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ اعداد و شمار نیشنل جوڈیشل پالیسی کے نفاذ کے بعد کے ہیں:

Thus, to alleviate the suffering of litigant public on account of delay, the National Judicial Policy Making Committee (headed by CJ of Pakistan with Justices of FSC and HC as Member) launched on 1st June 2009 the National Judicial Policy.

The Policy set targets for disposal of cases by the Superior/ Subordinate Courts during one year of its operation the courts decided 31 lac cases as against fresh institution of 25 lac cases thereby reducing the backlog by half million.

There is still a backlog of civil and criminal cases at the level of subordinate Judiciary in all provinces. On 1st January 2011, in the province of Punjab the number of cases pending was 9,22,523, in the province of Sindh the number of pending cases was 98,896 in the KPK the figure was 103,434 whereas Balochistan it was 6,730" (12)

یہ اعداد و شمار اس پالیسی کی ناکامی کا واضح اعتراف ہیں، حالانکہ نیشنل جوڈیشل پالیسی کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے:

The objective is to clear huge backlog that has accumulated over the years at all level of judicial hierarchy. (13)

سپریم کورٹ کے رجسٹرار کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق یکم جنوری ۲۰۱۱ء کو صرف صوبہ پنجاب میں زیر التوا مقدمات (pending cases) کی تعداد ۹،۲۲،۵۲۳ تھی، سندھ میں ۹۸،۸۰۰ اور پختون خواہ میں ۱،۰۳،۴۳۴۔ (۱۴)

یہ نیشنل جوڈیشل پالیسی (جون ۲۰۰۹ء) کے بعد کے اعداد و شمار ہیں، حالانکہ نیشنل جوڈیشل پالیسی کے تحت عدالت عالیہ نے ماتحت عدالتوں کے لیے check and balance کا نظام بہت حد تک سخت کر دیا تھا۔ پالیسی سازوں کے نزدیک مقدمات کے التوا کی اہم وجوہات ناکافی بجٹ، فنڈز کی کمی، انفراسٹرکچر کی کمی، آبادی میں اضافہ اور عملہ کی کمی ہے۱۵۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسانوں کا خود ساختہ قانون اور نظامِ عدل خامیوں اور کمزوریوں سے ہرگز پاک نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ بھی یہ نظام وضع کریں گے ان کے اپنے ذاتی نظریات، رجحانات بلکہ مفادات تک کی جھلک ان کے وضع کردہ قوانین اور نظاموں میں ملے گی۔ دنیا بار بار عدل وانصاف کا نام لینے کے باوجود ظلم و تعدی میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے.

یہ ایک حقیقت ہے کہ عدل وانصاف سے محروم دنیا کو اس وقت ایک ایسے پاکیزہ اور حقیقی نظام عدل کی تلاش ہے جو روے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے۔ اسلامی تاریخ میں جس چیز نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی ہے وہ مسلمانوں کا عدالتی نظام ہے۔ مسلمان قاضیوں نے عدل وانصاف کی عظیم الشان مثالیں پیش کیں ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، قاضی شریح، قاضی محمد بن بشیر الباجی، قاضی ابویوسف، قاضی ابن خلکان، قاضی قتیبہ بن مسلم الباہلی، قاضی ابویعلیٰ اور اس قدو قامت کے قاضیوں کے بے لاگ اور جرات مندانہ عدالتی فیصلوں نے اسلامی عدلیہ کا جو وقار اور اعتماد قائم کیا دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (۱۶) اسلامی قانون خالق کا وضع کردہ ہے اور اس کی عملی تفصیلات خود پیغمبر ﷺ نے بیان کر دی ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں یہ قدر ہر لحاظ سے کامل طور پر پائی جاتی ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کے سیاسی و دینی انحطاط کے نتیجے میں ان کا عدالتی نظام بھی بتدریج انحطاط کا شکار ہوا۔ مسلمان ممالک ایک ایک کرکے استعمار کی غلامی میں چلے گئے۔ دیگر مسلمان ممالک کی طرح برصغیر میں بھی رائج اسلامی قانون اور عدالتی نظام درہم برہم ہوگیا۔ نتیجتاً اسلامی فکر اور شریعت کے احکام اپنی اصل شکل وہیئت میں موجود نہ رہے۔ موجودہ عدالتی نظام ہمیں انگریز سے ورثہ میں ملا ہے جسے ابھی تک ہم نے سینے سے لگا رکھا ہے۔

حصہ دوئم: اسلامی نظام عدل میں انصاف کا بروقت اور فوری حصول؛ لائحہ عمل اور طریقِ کار

۱. اسلامی نظام عدل میں فیصلہ دینے میں بلاوجہ تاخیر جرم ہے

اگر قاضی فیصلہ دینے میں بلاوجہ تاخیر کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہے اور ایسے قاضی کو معزول کر کے سزا دی جائے گی۔ البتہ اگر تاخیر کی معقول وجہ ہو مثلاً یہ کہ فریقین صلح کر لیں گے یا مدعا علیہ کو مناسب مہلت دینا مقصود ہو تو جائز ہے۔ اگر دلائل کی سماعت اور ثبوت کی فراہمی کے بعد بھی قاضی فیصلہ کرنے میں تاخیر کرتا ہے تو فاسق اور نافرمان ہے، اگر حق دینے سے انکار کرتا ہے تو کفر کا اندیشہ ہے (۱۷)۔

۲. قانون کا توازن، اعتدال اور ہمہ گیری انصاف کے بروقت حصول کی لیے ناگزیر ہے

کسی بھی نظامِ قضا (judicial system) کی اساس عدل کا قیام ہے۔ انسانوں کے درمیان عدل قائم کرنا اور یہ طے کرنا کہ ان کے لیے کیا چیز عدل ہے اور کیا عدل نہیں ہے، یہ انسانوں کے خالق و رب ہی کا کام ہے۔ انسان نہ تو معیارِ عدل تجویز کرنے کا مجاز ہے اور نہ ہی معیارِ ظلم تجویز کرنے کا اہل۔ یہ ناممکن ہے کہ انسان خود اپنے لیے کوئی ایسا نظام بنائے جو حقیقی عدل پر مبنی ہو یا عدل کی ضمانت دے سکے۔ انسان کے بنائے ہوئے نظام میں ابتداءً بظاہر کتنا ہی عدل نظر آئے کچھ ہی عرصہ کے بعد تجربہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ فی الحقیقت یہ نظام عدل کے بجائے ظلم پر مبنی ہے اور اس میں عدل و انصاف کے فلاں فلاں پہلوؤں کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ اس لیے حقیقی اور فوری انصاف کا حصول خالق کائنات کے بنائے ہوئے قوانین میں ہی ہے۔ اسلام کے تصور انصاف کے مطابق کسی حق دار کی حق تلفی کرنا ظلم ہے اور کسی کا حق روکنا یا تاخیر کرنا بھی ظلم ہے (۱۸)۔

۳. عدل کو عبادت کا درجہ دینے سے انصاف کا بروقت حصول ممکن ہے

موجودہ عدالتی نظام میں عدل و انصاف کی فراہمی کو وہ تقدس حاصل نہیں جو اسلام میں ہے، یہی وجہ ہے کہ وکالت کا پیشہ انصاف کی فراہمی میں معاونت کی بجائے ذریعہ معاش بن چکا ہے۔ عدالتوں کا رویہ اور عدم دلچسپی بھی تاخیر کا موجب بنتا ہے جبکہ اسلام میں عدل کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے درج ذیل ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھڑی یا ایک دن کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اس سے اسلام میں عدل کے مقام و اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے: عدل ساعة أفضل من عبادة ستين سنة قيام ليلها وصيام نهارها ويا أبا هريرة جور ساعة في حكم أشد وأعظم عند الله عز و جل من معاصي ستين سنة ، وفي رواية عدل يوم واحد أفضل من عبادة ستين سنة(۱۹)، اور دوسری حدیث میں ہے: عدل يوم من إمام

عادل أفضل من عبادة ستين سنة وحد يقام في الأرض بحقه أزكى فيها من مطر أربعين صباحا(۲۰)

(امام (حکمران یا قاضی) عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے افضل یا بہتر ہے اور حق کے ساتھ حد کا نفاذ زمین کے لیے چالیس دن کی بارش سے زیادہ بارآور ہے)۔

۴۔ عدل کا وسیع تصور جرائم کے سدباب میں معاون ہے

عدل کا تعلق صرف عدلیہ یا عدالتی نظام تک محدود نہیں بلکہ عدل کا تصور بہت وسیع اور ہمہ پہلو ہے۔ زندگی کے ہر معاملہ میں ایک متوازن رویہ عدل کہلاتا ہے۔ مثلاً ناپ تول میں درستگی عدل ہے، وقت کا درست استعمال عدل ہے، حق دار کو حق ادا کرنا عدل ہے، شوہر یا بیوی کے حقوق ادا کرنا عدل ہے، یعنی قدم قدم پر عدل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسے بے شمار مواقع ہر شخص کے سامنے آتے ہیں جہاں اسے عدل کی کٹھن منزل سے گزرنا پڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا(۲۱)

یعنی عدل وانصاف کی راہ میں کوئی خونی رشتہ رکاوٹ نہ بنے، اپنا ذاتی مفاد, قرابت داری, کسی غریب پر ترس، دوستی، تعلقات وغیرہ عدل وانصاف میں حائل نہ ہوں۔ اس آیت میں عدل وانصاف کے خلاف ایک ایک ریشہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا ہے۔ عدالتی عدل کے قیام کا تعلق تعلق باللہ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کے احساس سے ہے جو ایمان و عقیدہ کی پختگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے مضبوط ایمان اور آخرت میں جوابدہی کے احساس میں پختگی ضروری ہے جو کہ اس وقت برائے نام مسلمان معاشروں سے مفقود ہوتی جارہی ہے۔ اس رویہ کی وجہ سے سارا معاشرہ بدامنی اور ظلم کی آگ میں بھسم ہورہا ہے لیکن پھر بھی اللہ کے دین اور نظام کی طرف رجوع کا خیال تک نہیں آتا، نتیجۃً سزاؤں اور مصائب کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہے۔

۴. عدل وانصاف کی بروقت فراہمی اور اسلامی نظام عدل کی ترتیب

عام طور پر انصاف کا لفظ بولتے ہی ذہن عدالتی انصاف اور عدالتوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ تو انصاف کے حصول کی آخری کڑی ہے حالانکہ اسلام کے نظام حیات میں اسلامی معاشرہ تشکیل دینے اور اسے متوازن بنانے کے لیے نظام عدل کی جو ترتیب رکھی گئی ہے اس میں عدل کے حصول کے لیے متعدد ادارے تجویز کیے گئے ہیں جن میں ناکامی کے بعد سب سے آخر میں انصاف کے حصول کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکایا جاتا ہے۔ اگر اسلامی نظامِ عدل

کی درج ذیل ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے تو بہت سے مقدمات میں عدالت تک جانے کی نوبت ہی نہ آئے اور اس سے عدالتوں پر مقدمات کا بوجھ بھی کم ہو سکتا ہے۔

i. جرائم پر قابو پانے کے لیے اسلامی معاشرے کی تشکیل

جرائم پر قابو پانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہی یہ ہے کہ عقیدہ و ایمان کی پختگی ہو اور اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہو۔ اس طرح یہ عقیدہ نظام عدل کے قیام میں ایک زبردست پشت پناہ بن جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری اقدامات اسلامی ریاست کا بنیادی فرض ہے۔ مثلاً اسلام انسانی معاشرہ کو زنا جیسے سنگین جرم سے بچانے کے لیے صرف حد زنا جاری کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے وسیع پیمانے پر اصلاحی اور انسدادی تدابیر اختیار کرتا ہے تاکہ کسی کو سزا دینے کی نوبت ہی نہ آے۔ غضِ بصر، غیر محرم اور محرم کا فرق، پردہ کے احکام، نکاح کی ترغیب، مخلوط مجالس سے ممانعت، (۲۲) عدم موافقت کی صورت میں طلاق اور خلع کے مواقع اور سب سے بڑھ کر بے حیائی، بے عصمتی اور اس کے تمام اسباب کو گناہ قرار دے کر ایک عالم الغیب طاقت کے سامنے جواب دہی کا احساس جرم زنا پر قابو پانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اس طرح کا اسلامی معاشرہ تشکیل پانے کے نتیجہ میں جب جرائم کی شرح کم ہو گی تو لازمی طور پر عدلیہ پر مقدمات کا بوجھ بھی کم ہو گا۔

ii. عہد رسالت کا اسلامی معاشرہ اور جرائم کی شرح

رسول اکرم ﷺ نے مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران جو تربیت فرمائی اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں قانون کا اس قدر احترام پیدا ہو گیا کہ وہ اللہ تعالی کے حکم اور قانون کے آگے فوراً سر اطاعت خم کر دیتے تھے، کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ یہ قانون خدا کی طرف سے ہے اور اسی میں خیر و فلاح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت کے اسلامی معاشرے میں اسلامی قانون کا کس قدر احترام پایا جاتا تھا اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ شراب کی حرمت کا جونہی حکم نازل ہوا تو شراب مدینہ منورہ کی گلیوں اور نالیوں میں بہا دی گئ، حالانکہ شراب نوشی عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لیکن یہ سب کچھ شریعت پر ایمان اور اسلامی قانون کے احترام اور تربیت کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ امام قرطبیؒ آیت کریمہ فَهَلْ أَنتُمْ مُنتَهُونَ (۲۳) کے تحت لکھتے ہیں: لَمَّا عَلِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ هَذَا وَعِيدٌ شَدِيدٌ زَائِدٌ عَلَى مَعْنَى انْتَهُوا قَالَ: انْتَهَيْنَا. وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيَهُ أَنْ يُنَادِيَ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ، أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، فَكُسِرَتِ الدِّنَانُ، وَأُرِيقَتِ الْخَمْرُ حَتَّى جَرَتْ فِي سكك المدينة(۲۴)

اس کے بر عکس بیسویں صدی میں امریکہ نے امتناع شراب کا قانون نافذ کرنا چاہا تو شراب بیچنے اور خریدنے پر مکمل پابندی لگا دی اور اس قانون کی زبردست تشہیر کی گئی جس کی خلاف ورزی پر پانچ لاکھ افراد کو جیلوں میں بند کیا گیا اور پندرہ لاکھ پاونڈ کا جرمانہ ہوا لیکن امریکی حکومت دباو برداشت نہ کر سکی اور ۱۹۳۴ میں یہ قانون منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئی۔(۲۵)

iii. اسلامی معاشرہ تشکیل پانے کے نتیجہ میں بروقت عدالتی انصاف کا حصول

اسلامی معاشرے میں موجود افراد کی اصلاح کے نتیجے میں پیچیدہ اور سنگین نوعیت کے مقدمات کی سماعت اور ان کا فیصلہ بھی آسان اور سادہ ہو جاتا ہے۔جرم کے بعد احساس جرم اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑتا جب تک کہ سزا نہیں مل جاتی خواہ اس سزا کے نتیجے میں جان ہی چلی جائے۔

- عہد رسالت کے چند اہم فیصلے

رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں متعدد مقدمات کے فیصلے دیے جن مین چوری، قتل، ڈاکہ اور زنا جیسے سنگین مقدمات بھی ہیں لیکن عدالتی دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس میں کسی اس نوعیت کے مقدمہ کو عدل کے تمام تر تقاضے پورا کرتے ہوے اس قدر سرعت کے ساتھ ایک ہی نشست میں نمٹایا گیا ہو۔درج ذیل فیصلے اس کی عمدہ مثال ہیں:

ا۔زنا کے مقدمات

حضرت ماعز بن مالک اسلمیؓ سے زنا کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو وہ نبی ﷺ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یارسولَ اللہ،إنی زنیتُ فاقِمِ علیَّ کتابَ اللہ، کہ اے اللہ رسول ﷺ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے، مجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب کے مطابق قانون کا نفاذ کیجیے۔رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کر اپنا رخ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ماعزؓ نے اپنی بات دہرائی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ؛میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، مجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب کے مطابق قانون کا نفاذ کریں۔اس طرح انہوں نے چار مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"إنكَ قد قُلتَها أربع مرَّاتٍ، فبِمن؟ تم نے چار مرتبہ یہ بات کہہ دی ہے، بتاو کس کے ساتھ اس جرم کا ارکاب کیا ہے؟ ان سے مزید تفصیلات بھی پوچھیں هل ضاجعتها؟ " قال: نعم، قال: "هل باشرتها؟ " قال: نعم، قال: "هل جامعتَها؟(۲۶)" اور جب معاملہ خوب واضح ہو گیا تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔

زنا جیسا سنگین جرم ہے، ثبوت کا معیار بھی بہت کڑا ہے اور نفاذ بھی اتنا آسان نہیں ہے لیکن اعتراف جرم کے بعد فیصلہ اور نفاذ ایک ہی ساعت مکمل ہو جاتا ہے یہ معجزہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے نتیجہ میں سامنے آتا ہے۔

اس طرح قبیلہ بنو جہینہ کی وہ خاتون جس نے اعتراف گناہ کیا اور اسے سنگسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے ستر افراد پر تقسیم کر دی جائے تو ان کی بخشش کے لئے کافی ہو جائے۔ کیا آپ نے اس سے بہتر کوئی ایسا شخص دیکھا ہے کہ اس نے اپنی جان دے دی ہے(۲۷)

یہ اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسا اسلامی معاشرہ تشکیل دیا تھا اور صحابہ اکرامؓ کی ایسی اخلاقی تربیت کی تھی کہ وہ کسی خارجی دباو کے بغیر اپنے اختیار اور خوشی سے اس پر عمل کرتے تھے خواہ اس کی خاطر ان کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے۔ یہاں ایمان عمل پر مجبور کرتا ہے اور اسی سے اسلامی قانون کی قیمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کے کسی قانون میں یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی کہ وہ انسانوں کے دلوں پر قبضہ کرے۔ جب بھی لوگوں کو قانون کی گرفت سے بچ نکلنے کا موقع ملتا ہے تو وہ ملکی قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیوی قوانین میں صرف دنیوی سزا کا خوف ہوتا ہے جبکہ اسلامی قانون میں دنیوی سزا سے زیادہ اخروی سزا کا خوف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں تفتیش سے لے کر نفاذ تک تمام مراحل تیزی سے طے ہو جاتے ہیں۔

ب۔ مقدمہ قتل

علقمہ بن وائل بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص دوسرے کو ایک رسی سے کھینچ کر لا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ؛ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، تو رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: اِقتلتہ ؟کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ تو مدعی نے کہا کہ اگر یہ اعتراف نہیں کرے گا تو میں ثبوت پیش کر دوں گا۔ تو اس شخص یعنی مدعی علیہ نے کہا کہ ہاں میں نے اسے قتل کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: کیف قتلتہ ؟تم نے کیسے قتل کیا ہے؟ تو اس شخص نے کہا میں اور یہ (مقتول) درخت سے پتے جھاڑ رہے تھے، اس نے مجھے گالی دی اور غصہ دلایا تو میں نے اس کے سر کے ایک حصے پر کلہاڑی سے مارا اور اسے قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: هل لك من شيء تؤدّيه عن نفسك؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ تم اپنی جان کے بدلے دے سکو؟ اس نے کہا میرے پاس میری اس چادر اور کلہاڑی کے سوا کچھ نہیں، تو رسول اکرم ﷺ نے پوچھا: أفترى قومك يشترونك کیا خیال ہے تمہاری قوم تمہارا معاوضہ دے دے گی؟ تو اس نے کہا میری قوم میں میری یہ حیثیت تو نہیں ہے۔ تو نبی

اکرم ﷺ نے وہ رسی مدعی کی طرف پھینکی اور اسے فرمایا: دونك صاحبك اس شخص کو لے جاو، تو مدعی اسے لے گیا، جب دونوں وہاں سے چلے گئے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: إن قتله فهو مثله کہ اگر یہ اسے قتل کر دے تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا۔ جب یہ بات مدعی تک پہنچی تو وہ واپس ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ: میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ اس کو قتل کردے تو یہ بھی اس جیسا ہوگا جبکہ میں نے آپ کے فیصلے کے مطابق اس کو پکڑا ہے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: أما ترید أن یبوء باثمك واثم صاحبك؟(۲۸) کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ مقتول کے اور تیرے گناہ کا یہ مستحق ہو جائے؟ تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیوں نہیں اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ اس نے رسی پھینک دی اور مدعی علیہ کو چھوڑ دیا۔

قتل جیسا جرم جو نسل در نسل دشمنی کو جنم دیتا ہے، لیکن ایمان کی سطح ایسی ہے کہ اس کی خاطر ہر چیز قربان ہو جاتی ہے اور قتل جیسے جرم کا ایک ساعت میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

ج۔ دیوانی مقدمہ

حضرت اشعثؓ روایت کرتے ہیں کہ حضر موت اور کندۃ نامی جگہ کے دو افراد نبی ﷺ کی خدمت میں اپنا مقدمہ لے کر حاضر ہوئے اور ان کا تنازعہ یمن میں زمین کے حوالے سے تھا۔ حضر موت کے شخص نے کہا کہ اس کے والد نے میری زمین پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے، تو کندی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ: یہ میری زمین ہے اور مجھے میرے والد سے وراثت میں ملی ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے حضرمی سے فرمایا: هل لك بينة؟ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ تو اس نے کہا کہ ثبوت تو نہیں تاہم میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ جتنا میں جانتا ہوں یہ میری زمین ہے اور اس کے باپ نے ناجائز اس پر قبضہ کیا ہے۔ اب کندی بھی قسم کے لیے تیار ہو گیا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لاَ يَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالاً بِيَمِينٍ إِلاَّ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ أَجْذَمُ جو شخص بھی دوسرے کا مال قسم کھا کر ناجائز طریقے سے ہتھیا لیتا ہے تو وہ جذام کی حالت میں اللہ سے ملے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر انتہائی غضب ناک ہوگا۔ یہ بات سن کر کندی اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو گیا اور اس نے کہا: هي أرضه(۲۹) (یہ زمین اسی کی ہے)۔

دیوانی مقدمات کا سلسلہ بہت طویل ہوتا ہے اور کئی نسلیں گزر جاتی ہیں لیکن اس مقدمہ کا فیصلہ بھی ایک ہی پیشی میں ہو جاتا ہے کیونکہ مذکورہ حدیث کے بعد کسی کی جرات نہیں تھی کہ مزید بات کی جاتی۔

مذ کورہ مثالوں سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر ریاست اسلامی معاشرہ کی تشکیل کافریضہ سرانجام دے تو نہ صرف جرائم کی شرح میں خاطر خواہ کمی آسکتی ہے بلکہ بڑی حد تک جرائم سے پاک معاشرے کا خواب بھی پورا ہو سکتا ہےاور جرائم کی شرح کم ہونے کے نتیجہ میں عدالتوں کے لیے بروقت اور فوری انصاف کی فراہمی بھی ممکن ہوسکے گی۔امام قرطبیؒ اس آیت: وَاَنْزَلْنَا فِیْہَا آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

والفائدة فى كل هذا اتقاء المحارم والبعد عنها ومعرفة الله المعرفة التي تجعل المرء يخضع لجلاله وعظيم سلطانه، ويشعر بأنه محاسب على كل ما يعمل من عمل قلّ أو كثر فإذا تم له ذلك صلحت نظم الفرد ونظم المجتمع، وسادت السكينة والطمأنينة بين الناس''(۳۰)

یعنی اللہ تعالی کی معرفت ہو، اس کی عظمت کا ادراک ہو اور اسکے سامنے جواب دہی کا احساس ہو تو ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کے نتیجہ میں جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دستور پاکستان ۱۹۷۳کی اسلامی دفعات حصہ دوم میں کاروبار مملکت کے لیے جو راہ نما اصول (Principles of policy) دیے گئے ہیں ان میں اسلامی طرز زندگی کی ضمانت دی گئی ہے۔آرٹیکل ۳۱ میں کہا گیا ہے:

Islamic Way of Life; Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to Holy Quran and Sunnah. (31)

یعنی مسلمانان پاکستان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔اگر ریاست اسلامی معاشرے کے قیام کی اس آئینی ضرورت کو پورا کرے تو اس سے جرائم کی ایک معتد بہ تعداد عدالتی مداخلت کے بغیر بھی کم ہو جاتی ہے۔اسلامی معاشرے کے قیام کے لیئے ایک اہم قدم ریاستی سطح پر حسبہ کے ادارے کا قیام ہے۔

iv. جرائم کے سد باب کے لیے حسبہ کا ادارہ:

اس ادارے کا بنیادی مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔اسلامی معاشرے کی تشکیل اور جرائم کے سد باب

کے لیے اس ادارے کا قیام اسلام کے نظام عدل کا لازمی تقاضا ہے۔ ریاست کا فرض ہے کہ معاشرے سے برائیوں کے سد باب کا انتظام کرے تاکہ اخلاقی محاذ پر جہاں جہاں رخنے ہیں انہیں بھرا جاسکے جیسا کہ ارشاد باری ہے:
الَّذِينَ انْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُور (۳۲)۔ رسول اکرم ﷺ مقدمات کی سماعت کے وقت بھی فریقین کی اصلاح کا کسی حد تک اہتمام فرماتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے کیا جاسکتا ہے۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو میں بھی ایک انسان ہوں۔ تم لوگ اپنے جھگڑے اور مقدمے لے کر میرے پاس آتے ہو، ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ زبان آور اور دلیل پیش کرنے میں تیز ہو، میں تو اسی بنیاد پر فیصلہ کروں گا، جو میں سنوں گا۔ لہٰذا اگر میں نے کسی بھائی کے حق کا فیصلہ حق دار کے بجائے دوسرے کے حق میں کر دیا ہو تو اسے چاہیے کہ نہ لے، یہ تو آگ کا ٹکڑا ہے جو اسے میں کاٹ کر دے رہا ہوں۔ (۳۳)
اگر کسی شخص میں تھوڑا سا ایمان بھی ہو تو اس ارشاد کے بعد وہ کبھی بھی دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے ہتھیانے کی جرات نہیں کرے گا۔ اس سے بہتر اصلاح کا موثر طریقہ نہیں ہو سکتا۔

- حسبہ عہد رسالت ﷺ میں

سرکاری سطح پر اس اہم کام کی ضرورت اسلامی ریاست کے روز اول ہی سے محسوس کر لی گئی تھی۔ جب تک ریاست مدینہ کی حدود تک محدود رہی اس وقت تک رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس ہی اس کام کو انجام دیا کرتے تھے، چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ وقتاً فوقتاً بازار کا چکر لگاتے اور کوئی غلط کام دیکھتے تو فوراً متنبہ فرماتے اور اس کی اصلاح کرتے، چنانچہ مشہور واقعہ ہے جسے امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ بازار کا معائنہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے، وہاں ایک صاحب گندم فروخت کر رہے تھے اور گندم کا ڈھیر سامنے لگا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے گندم کے ڈھیر میں دست مبارک ڈالا تو نیچے سے گیلی گندم نکلی اور انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: گندم والے! یہ کیا؟ ان صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ بارش میں بھیگ گئی تھی، فرمایا: اس گیلی گندم کو اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ دیکھ سکیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:، یاد رکھو جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکا بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں (۳۴)
۔ ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ بازار تشریف لے گئے تو ایک صاحب کو کوئی چیز تولتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اتَّزِنْ وَأَرْجِحْ (۳۵) اچھی طرح تولو اور جھکتا ہوا تولو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک اور روایت سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دوسرے صحابہ کرام کو بھی اس طرح کے کاموں کے لیے بازار بھیجتے رہتے تھے۔۔ بعد میں جب اسلامی ریاست مدینہ سے باہر بھی پھیل گئی تو اس کام کے لیے مستقلاً آدمی مقرر کر دے گئے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظمؓ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن العاص کو محتسب مقرر کیا گیا۔ (۳۶)

v. غیر ضروری مقدمہ بازی کا تدارک بذریعہ تحکیم یا ثالثی: Alternative Dispute Resolution (ADR)

موجودہ عدالتی نظام کی پیچیدگیوں سے بچنے اور انصاف کی فراہمی کے لیے آج کل وکلا، ماہرین قانون اور جج صاحبان بکثرت اس اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں۳۷ اور Alternative Dispute Resolution (ADR) کو انصاف کی بر وقت فراہمی کے لیے بہترین متبادل قرار دے رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اس ادارے کی اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل کی جاے تو موجودہ عدالتی نظام کی پیچیدگیوں سے بچنے اور انصاف کی فراہمی کے لیے یہ بہترین نظام ہے۔ عدل تو فصل خصومت کا ذریعہ ہے، اگر یہ مقصد ثالثی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولی قابل قبول ہے۔

موجودہ عدالتی نظام آج اس کی اہمیت پر بہت زور دے رہا ہے جبکہ اسلامی نظام حیات میں تنازعات کی صورت میں تحکیم کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں جو صورت ذکر کی گئی ہے وہ زوجین میں نزاع دور کرنے کے لیے ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (۳۸)

لیکن یہ تحکیم روز مرہ کے عام معاملات میں تنازعات کے حل کے لیے بھی نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کا حکم ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** (۳۹)

یہ حکم عام ہے کسی بھی تنازع یا جھگڑے کی صورت میں خاندان، محلّہ یا علاقہ کے معززین، علما اور تجربہ کار افراد پر مشتمل مصالحتی کمیٹی بنائی جا سکتی ہے جس سے دونوں فریق مطمئن ہوں۔

۔ اگر ثالثی کونسل قانون کے تحت عمل میں آئی ہو تو ثالث کا فیصلہ باقاعدہ قاضی ہی کے فیصلے کی طرح ہوگا البتہ ان دونوں فیصلوں میں بعض معاملات میں فرق ہے مثلاً

۱. حدود اور قصاص کے معاملات میں ثالثی درست نہیں۔

۲. جب تک ثالث اپنا فیصلہ نہ دے دے اس وقت تک اس کی حیثیت لازمی طور پر واجب العمل ہونے کی نہیں ہے یعنی اس دوران کوئی ایک فریق فیصلہ سے رجوع کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے البتہ ثالث اپنا فیصلہ دے دیں تو رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

۳. اگر ثالث کسی اجتہادی مسئلے میں فیصلہ دے دیں اور بعد میں یہ مسئلہ کسی قاضی کی عدالت میں پیش کیا جائے جس کی رائے ثالث کی رائے سے مختلف ہو تو قاضی اس فیصلے کو منسوخ اور کالعدم قرار دے سکتا ہے۔(۴۰)

- یہود کا نبی ﷺ کو حکم بنانا

رسول اکرم ﷺ کے عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثالث بھی فیصلہ دے سکتا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ ایک شخص اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ماتجدون فی التوراۃ فی شأن الرجمکہ رجم کے بارے میں تورات میں کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔ تو اس موقع پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے تورات میں رجم کا حکم ہے، لے آو تورات: تو جب انہوں نے تورات کھولی تو آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور اس آیت سے پہلے اور بعد والا حصہ پڑھنا شروع کیا، حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اپنا ہاتھ اٹھاؤ، جب اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اس میں آیت رجم موجود تھی، تو کہنے لگے اے محمد ﷺ اس نے سچ کہا ہے اس میں آیت رجم موجود ہے۔ تو نبی ﷺ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ عورت کے اوپر جھکا ہوا تھا تاکہ اسے پتھروں سے بچا سکے (۴۱)۔

اسی طرح بنو قریظہ کے حوالے سے حضرت سعد بن معاذ نے بطور حکم فیصلہ دیا کہ ان کے جو جنگجو ہیں ان کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ جب نبی ﷺ نے یہ فیصلہ سنا تو آپ نے فرمایا: لقدحکمت فیھم بحکم الملک (۴۲) کہ آپ نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔

چونکہ ثالثی میں مقدمہ کے دونوں فریق تیسرے فریق سے تنازع کے حل میں مدد لیتے ہیں اور یہ تیسرا فریق بات چیت اور افہام و تفہیم میں سہولت فراہم کرتا ہے اور کسی منطقی نتیجے تک پہنچنے میں مدد فراہم کرتا ہے، اس لیے عام حالات میں تحکیم کے ذریعے نافذ ہونے والے فیصلوں کی حیثیت اخلاقی نوعیت کی ہوتی ہے تاہم اسے

مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس حوالے سے قانون سازی کی جائے کہ عدالت میں مقدمہ لانے سے پہلے اسے مصالحتی عمل سے گزارنا چاہیے جیساکہ سپریم کورٹ کے زیر اہتمام نیشنل جوڈیشل کانفرنس میں یہ تجویز دی گئی ہے:

Necessary amendments have to be made in law that before approaching the court the parties should make an attempt for resolving their disputes through mediation.(43)

تحکیم کے حوالے سے اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل چند سفارشات دی گئی ہیں:

- عوام میں اس نظام سے آگاہی کے حوالے سے بھرپور مہم چلائی جائے اور اس کی اہمیت اجاگر کی جائے تاکہ عدالتوں پر مقدمات کا بوجھ کم کیا جاسکے۔
- وکلا بھی مصالحتی عمل کی حوصلہ افزائی کریں۔
- ہر صوبہ کی ہائی کورٹ کی سطح پر ٹریننگ سنٹرز قائم کیے جائیں جو اراکین عدالت کی تربیت کا اہتمام کریں اور پھر اسے ضلع کی سطح پر قائم کیا جائے ۴۴۔

یہ ارباب قضا کا درست سمت میں ایک اہم قدم ہے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ یہ ادارہ تنازعات اور مقدمات کے بڑے تناسب کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ عمل دونوں فریقوں میں براہ راست بھی ہو سکتا ہے یعنی کسی تیسرے فریق کی مداخلت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

vi. انصاف کی فوری فراہمی بذریعہ راضی نامہ/ صلح: Conciliation

صلح اور راضی نامہ عدل میں فیصلے کی ایک مستحسن شکل ہے جیساکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: والصلح خیر اور سورۃ الحجرات میں ہے: فاصلحو بینھما نبی اکرم ﷺ بالعموم فریقین میں تصفیہ صلح کے ذریعہ کیا کرتے تھے۔

اس حوالے سے عہد رسالت کے چند اہم فیصلے درج ذیل ہیں:

ا۔ حضرت کعبؓ بن مالک کا عہد رسالت میں ایک دوسرے صحابی ابن اَبِی حَدْرَدِپر قرض تھا۔ انہوں نے مسجد نبوی میں اس کا مطالبہ کیا۔ کچھ نزاع ہوا تو مسجد نبوی میں ان کی اوازیں بلند ہو گئی یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے حجرہ مبارک میں آوازیں سنیں تو آپ نے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور کعب بن مالک سے فرمایا: اے کعب ! توانہوں نے عرض کیا ،اے اللہ کے رسول حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے کعبؓ سے ہاتھ کا

اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس قدر قرض کی رقم معاف کر دو۔ تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے حکم بجالایا۔ اب دوسرے سے کہا کہ اٹھو اور قرض کی باقی رقم ادا کرو ۴۵

البتہ صلح ہر معاملہ میں نہیں ہو سکتی ہے بلکہ اس کے لیئے کچھ شرائط ہیں جن کا ذکر درج ذیل حدیث میں کیا گیا ہے:

قالَ رسولُ الله – صلَّى الله عليه وسلم –: الصُّلحُ جائزٌ بين المسلمينَ –زاد أحمد– إلا صُلحاً أحَلَّ حراماً أو حَرَّمَ حَلالاً(۴٦)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا؛ مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کی صلح جائز ہے سوائے اس صلح اور راضی نامہ کے جس سے کوئی حرام چیز جائز ہوتی ہو یا جائز چیز حرام ہوتی ہو۔

۲۔ بنو عمرو بن عوف میں جھگڑا ہو گیا، تو اس کی اطلاع رسولُ اللہ۔ صلّی اللہ علیہ وسلم کو ہو گئی تو آپ نماز ظہر کے بعد صلح کرانے کے لیے جانے لگے تو بلال رضی اللہ سے فرمایا: اگر نماز عصر کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچ سکوں تو ابو بکر رضی اللہ سے نماز پڑھانے کا کہہ دینا۔ (۴۷)

۳۔ حضرت عمر فرماتے ہیں فریقین کو واپس کر دیا کرو تاکہ وہ مصالحت کر لیں، اس لیے کہ عدالتی فیصلہ لوگوں میں دشمنی کو جنم دیتا ہے۔ (۴۸)

حضرت عمر کا یہ فیصلہ گہرے عدالتی تجربہ، معاشرتی رویوں کے فہم اور انسانی نفسیات کے دقیق مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اگر عدلیہ اسے پالیسی کے طور پر اختیار کر لے تو موجودہ بحران سے نجات مل سکتی ہے۔

vii. انصاف کی فوری فراہمی بذریعہ ادارہ احتساب

انصاف کی بروقت فراہمی کا ایک مؤثر ذریعہ محتسب کا ادارہ بھی ہے جس کا بنیادی مقصد حکومت کے باا‌ثر اداروں کے خلاف عام شہریوں کی داد رسی اور شکایات کا ازالہ ہے۔ پاکستان میں اس کا قیام 1983ء میں ہوا۔ وفاقی محتسب کی سالانہ رپورٹ 2015 سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ادارہ شکایات کے بروقت ازالہ کے حوالہ سے بہت حد تک کامیاب ہے۔ عام طور پر ساٹھ دنوں کے اندر کسی بھی شکایت پر فیصلہ دے دیا جاتا ہے لیکن اب پائلٹ پراجیکٹ کے تحت پندرہ دنوں میں فیصلہ دیا جاتا ہے ۔مثلاً 15-2013 میں 207,392 شکایات کا ازالہ کیا گیا۔ اس رپورٹ کے آغاز میں وفاقی محتسب کا یہ دعوی نقل کیا گیا ہے:

I report that we have decided 207000 complaints and there is zero

pendency(49).

اسلام کی عدالتی تاریخ میں یہ ادارہ ولایۃ المظالم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس نے حکمرانوں کے مظالم کے خلاف مظلوم کی داد رسی کی عمدہ مثالیں قائم کیں ہیں۔ اگر اس کے وسیع تاریخی کردار کو بحال کر دیا جائے تو عدالتوں سے بہت حد تک مقدمات کا بوجھ کم ہو جائے گا۔

- عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں احتساب کی صورتیں:

احتساب کے ادارے کو ہمیشہ سے ایک نیم عدالتی ادارہ سمجھا گیا اور اسے مجموعی نظام عدل کا ایک اہم حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ صدرِ اسلام میں جب رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ خود براہ راست عدالت اپیل کے فرائض سر انجام دیتے تھے تو حسبہ کی اعلیٰ ترین عدالت یعنی محتسبِ اعلیٰ کی ذمہ داریاں بھی اکثر و بیشتر خود ہی سر انجام دیا کرتے تھے، لیکن جوں جوں اسلامی ریاست کی حدود پھیلتی گئیں، حکومت کے کام میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی اور سارے شعبے الگ الگ ہو گئے۵۰۔ عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں احتساب کی چند صورتیں اور مثالیں حسب ذیل ہیں:

ا. رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ خود اس قسم کے مقدمے کا فیصلہ دیا تھا۔ حضرت زبیر بن العوام اور ایک انصاری صحابی میں زمین کو سیراب کرنے کے متعلق جھگڑا ہوا تو وہ خود اس کو لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زبیر پہلے تم سیراب کرو پھر انصاری۔ انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے تو آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا زبیر پانی آنے دینا چاہیے یہاں تک کہ ٹخنوں تک چڑھ جائے۔۵۱ اس فیصلہ کی وضاحت میں دو اقوال ہیں؛ آپ ﷺ نے بطور فیصلہ یا حکم یہ بات ارشاد فرمائی یا اس کی جسارت کی وجہ سے تادیبا یہ بات فرمائی۔

ب. اسی طرح حضرت عمرؓ کی عدالت میں جب مصر کے ایک شخص نے حاکم مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے کی شکایت کی کہ دوڑ کے مقابلے میں جب میں حاکم مصر کے بیٹے سے آگے نکل گیا اور مقابلہ جیت گیا تو وہ لاٹھی اٹھا کر مجھے پیٹنے لگا اور کہا کہ میں شریف ماں باپ کا بیٹا ہوں، حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ بیٹے کو ساتھ لے کر حاضر ہو جاؤ، جب دونوں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ شکایت کرنے والا مصری کہاں ہے۔ جب وہ آیا تو فرمایا کہ یہ لاٹھی لے لو اور بدلہ لے لو، اور مصری کو کہا کہ عمرو بن عاص کو بھی ایک ضرب لگا دو لیکن اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین مجھے تو اس کے بیٹے نے پیٹا تھا اور میں نے اس سے اپنا بدلہ لے لیا، بدلہ دلوانے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے عمرو

بن عاص کو مخاطب کرکے کہا؛ تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے، حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔ تو حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اے امیر المومنین ! مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہیں تھا، اور یہ شخص میرے پاس فریاد لے کر بھی نہیں آیا۔ ۵۲

viii. ادارہ قضاء

اسلامی معاشرے میں انصاف کے حصول کے لیے عدالت کی طرف رجوع آخری چارہ کار کے طور پر کیا جاتا ہے۔ جب مفاہمت، مصالحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تحکیم وغیرہ کے تمام تر مراحل عبور کرنے کے باوجود انصاف نہ مل سکے تو پھر عدالت کا دروازہ کھٹکٹانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ ان تدریجی مراحل سے جب کوئی تنازع گزر کر عدالت کے مرحلے تک پہنچے گا تو پھر عدالتی نظام حرکت میں آئے گا اور اسے انصاف فراہم کرے گا۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے مقدمات کا فیصلہ بحسن و خوبی باہمی افہام و تفہیم سے ہی ہو جائے گا اور جب مقدمات کی تعداد کم ہو گی تو عدالتوں کے لیے انصاف کی فراہمی بھی آسان ہو جائے گی۔

رسول اکرم ﷺ پر جس طرح یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کی تربیت فرمائیں اور ان کا تزکیہ کریں، ٹھیک اسی طرح آپ ﷺ کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا تصفیہ فرمائیں اور ان کے جھگڑوں کے فیصلے کریں تاکہ کوئی طاقت ور کمزور پر ظلم کرکے اسے اس کے حق سے محروم نہ کردے۔ عدل کا قیام نبی اکرم ﷺ کے منصب نبوت میں شامل تھا کیونکہ اس فرض کی ادائیگی کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو دیا ہے: وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (۵۳) (اور مجھے حکم دیا گیا کہ تمہارے درمیان انصاف کروں)۔

اس چیز کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ انسانی سرشت میں طمع و لالچ اور دوسروں پر غلبہ و تسلط کا جذبہ موجود ہے اور اس کے شر سے دوسروں کو محفوظ رکھنے اور حق دار کو اس کا حق دلوانے کے لیے نظامِ عدل ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے بعد جس چیز پر زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان عدل و انصاف کا قیام ہو اور ظالموں اور غاصبوں کو سزا دے کر بنی نوع انسان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

ا. عہد نبوت میں انصاف کی فوری فراہمی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ایک مسلم معاشرہ وجود میں آگیا تھا جس نے ہجرت کے بعد سیاسی طاقت بھی حاصل کرلی تھی۔ اس کا لازمی تقاضا یہ تھا اب اسلامی ریاست کے استحکام اور تنظیم و تہذیب کے

لیے عدل وانصاف کی فراہمی کا پائیدار نظام بھی دیا جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ۲۳ سالہ دور نبوت میں بحیثیت قاضی جو فیصلے دیے ہیں یا شعبہ قضا سے متعلق جو ہدایات دی ہیں اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مسلمان اس منبع نور سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ یہ دور روشنی کا مینار ہے۔ آپ ﷺ کا عطا کردہ یہ نظام مدتوں تک اپنی معیاری شکل میں کام کرتا رہا اور ہر دور میں ادارہ قضا اس سے فیض یاب ہوتا رہا۔

عہد نبوت میں جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا یا کسی معاملہ میں کوئی تنازعہ ہو جاتا تو صحابہ کرام فیصلے کے لیے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بالعموم اسی وقت فیصلہ سنا دیا جاتا۔ آپ ﷺ کسی قرآنی آیت سے حکم بتا دیتے یا اس وقت وحی نازل ہو جاتی اور اس مسئلے میں رہنمائی فرمادیتے یا خود کوئی فیصلہ صادر فرما دیتے، لیکن کوئی صورت بھی حق سے خالی نہیں ہوتی تھی کیونکہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ بھی جاری نہیں ہوتا تھا۔۵۴ قرآن مقدس اس کی گواہی دیتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى(۵۵) (وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا ہے وہ تو ایک وحی ہے جو اس کی طرف نازل کی جاتی ہے)۔

عہد نبوی میں احکام قضا کی بنیاد کتاب اللہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کرتے وقت سب سے پہلے کتاب اللہ یعنی وحی الٰہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم بھی یہی دیا گیا تھا: وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ(۵۶) (اور آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے کیجیے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ عدل حقیقی، انصاف کامل اور حقِ مطلق کا حقیقی سرچشمہ اللہ کی کتاب ہے۔ وحی الٰہی کی رہنمائی سے ہٹ کر جب بھی انسانوں نے عدل وانصاف کے مقاصد حاصل کرنا چاہے تو وہ نہ صرف ناکام رہے بلکہ انہوں نے اللہ کی زمین کو ظلم وجور سے مزید بھر دیا۔ کیونکہ ان کا تصور عدل ہمیشہ ناقص خیالات اور فاسد نظریات پر مبنی رہا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے تصورات عدل کی بجائے ظلم کو فروغ دینے کا ہی باعث ہوں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں متعدد دیوانی اور فوجداری نوعیت کے مقدمات کا فیصلہ فرمایا۔ ان میں نکاح، طلاق، نسب، رضاعت، حضانت، وراثت، زراعت، بنجر اراضی، حدود، قصاص، جنگ، صلح وغیرہ جیسے بے شمار شعبہ ہائے حیات ہیں جن میں آپ ﷺ کے فیصلے قیامت تک امت مسلمہ کے لیے رہنما اصول کا کام دیتے رہیں گے۔ یہ فیصلے کتاب الاقضیۃ کے علاوہ پورے ذخیرہ حدیث میں بکھرے ہوئے ہیں۔

- عہد رسالت میں انصاف کی فوری فراہمی کی مثالیں

۱۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسوال اللہ ﷺ کے پاس بنی عکل یا بنی عرنیہ کے کچھ لوگ آئے۔ یہ

لوگ لاغری سے مرے جارہے تھے۔ اور وہ اسلام لائے اور مدینہ کی آب و ہوا کو ناساز پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ زکاۃ کے اونٹوں میں جائیں اور ان کے بول (بطور دوائی) اور دودھ پئیں۔ تو انہوں نے اس پر عمل کیا اور تندرست اور موٹے ہوگئے۔ پھر وہ مرتد ہو گئے اور چرواہے کو قتل کرڈالا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ آپ نے ان کے تعاقب میں لوگ بھیجے، ابھی دن زیادہ نہیں چڑھا تھا کہ وہ پکڑ کر لائے گئے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کے ہاتھ پاوں کاٹے گئے۔ ان کی آنکھیں پھوڑدی گئیں۔ پھر ان کو قید کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

اس مقدمہ میں قتل، چوری، ارتداد اور ڈاکہ جیسے سنگین جرائم میں ملوث لوگوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جاتا ہے، سزا سنائی جاتی ہے اور اس کا نفاذ بھی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ ہے کہ انہوں نے چوری کی اور قتل بھی کیا، ایمان کے بعد کفر اختیار کیا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی۔ اس لیے اس قدر سنگین سزا ان کو دی گئی (۵۷)۔

۲۔ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میں نہ اس کے اخلاق سے ناراض ہوں نہ اس کے دین سے بلکہ میں اسلام میں کفر کرنا پسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ کیا تو اس کا باغ واپس دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو (۵۸)۔

- عہد نبوت میں دیگر قضاۃ کا کردار

جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوگیا اور نبی اکرم ﷺ کی دعوتی اور جہادی نوعیت کی سرگرمیاں بڑھ گئیں تو آپ ﷺ نے مختلف صحابہ کو مختلف علاقوں میں داعی، حاکم، عامل اور قاضی مقرر کرکے بھیجا جو آپ ﷺ کے نمائندوں کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے حدود اللہ کے قیام اور لوگوں کی دادرسی کے لیے عدل وانصاف کے جو مستقل اور مستحکم اصول متعین فرمائے تھے، ان کے مطابق آپ ﷺ کے یہ نمائندے فیصلے کرتے تھے تاکہ اسلامی شریعت کے تحت قائم کردہ انسانی معاشرے میں کسی قوت والے کو اس بات کا حوصلہ نہ ہوسکے وہ کسی کمزور کا حق مار کھائے یا اس پر زیادتی کر بیٹھے۔

ان میں زیادہ شہرت حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت علیؓ، حضرت علاء بن الحضرمیؓ، حضرت معقل بن یسارؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت دحیہ کلبیؓ، حضرت عتاب بن اسیدؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے فیصلوں کو حاصل

ہوئی ہے(۵۹)۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں(کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے یمن بھیجنا چاہا، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ میں نو عمر ہوں اور مجھے قضا کا تجربہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی راہنمائی کرے گا اور تمہاری زبان سے درست فیصلے کرائے گا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی دو افراد میں فیصلہ کرتے وقت تردد نہیں ہوا)۔(۶۰)

ب. خلفاے راشدین کے دور میں انصاف کی فوری فراہمی کی صورتیں

رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں محکمہ قضا علاقے کے والی اور حاکم کے سپرد ہوتا تھا۔ ابتدا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے فیصلے خود کرتے، لیکن بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا قاضی مقرر کر دیا جیسا کہ قاضی وکیع لکھتے ہیں: لما استخلف ابوبکر استعمل عمر علی القضا۔ البتہ ایک عمدہ بات یہ نقل کرتے ہیں: فمکث عمر سنہ لایتقدم الیہ احد۶۱ یعنی یہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ تھا اور جرائم کی شرح اس حد تک کم ہو گئی کہ ایک سال تک کوئی مقدمہ ہی نہیں پیش ہوا(۶۲)۔

- خلافت عمر میں عدلیہ کی انتظامیہ سے علاحدگی

انصاف کی بر وقت فراہمی کے لیے حضرت نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کیا۔علامہ شبلی نعمانی (۶۳) لکھتے ہیں؛یہ صیغہ بھی اسلام میں حضرت عمر کی بدولت وجود میں ایا۔ ترقی تمدن کا پہلا دیباچہ یہ ہے کہ صیغہ عدالت انتظامی صیغہ سے الگ کیا جاے۔ دنیا میں جہاں جہاں حکومت و سلطنت کے سلسلے قائم ہوے مدتوں کے بعد ان میں تفریق ہوئی لیکن حضرت عمر نے خلافت کے چند ہی روز بعد اس صیغے کو الگ کر دیا۔ حضرت عمر نے یزید بن اخت نمر کو بلا کر کہا؛اکفنی بعض الامور یعنی صغارہا(۶۴)۔ یعنی لوگ معمولی معمولی جھگڑے لے کر میرے پاس آجاتے ہیں جس کے باعث امور مملکت کی نگرانی پوری طرح نہیں کر سکتا، تم یہ کام اپنے ذمہ لے لو۔

آپ نے ابوالدرداء کو مدینہ کا، شریح کو بصرہ کا اور ابو موسی اشعری کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ابو موسی اشعری کو ہی کو آپ نے وہ مشہور خط (۶۵) لکھا جس میں عدالتی اصول و ضوابط کو بڑی خوبی اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ خط اسلامی نظام عدل کے لیے رہنما اصول فراہم کرنے والی اہم دستاویز ہے جس سے تمام مسلمان قاضی ہر دور میں رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ خط کے آغاز میں قضا کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

"اچھی طرح سمجھ لو کہ قضا ایک اہم فریضہ ہے جو سنت کے مطابق بجالانا ضروری ہے"۔

اس خط کے اہم قانونی نکات جن کا تعلق انصاف کی فوری اور بروقت فراہمی سے ہے: (۶۶)

ا۔ سماعت کے لیے مناسب وقت اور خوب غور وفکر اور فوری نفاذ

جب کوئی شخص اپنا مقدمہ تمہارے پاس لائے تو کامل غور و فکر کے ساتھ اس کی باتیں سنو اور جب تم فریقین کی باتیں سننے کے بعد کسی فیصلہ پر پہنچ جاو تو اس کا نفاذ بھی کرو کیونکہ درست فیصلہ کرنے کا اس وقت تک فائدہ نہیں جب تک اس فیصلے کا نفاذ نہ کیا جائے۔

۲۔ یکساں برتاو

تمام لوگوں کو اپنے حضور میں اور اپنے انصاف میں برابر رکھو تاکہ کمزور اور غریب آدمی انصاف سے مایوس نہ ہو اور زبردست اور طاقتور کو تم سے کسی رورعایت کی امید نہ ہو۔

۳۔ صلح اور راضی نامہ

مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے (یعنی فریقین راضی نامہ کر سکتے ہیں) لیکن ایسی صلح جو حلال کو حلال رکھے اور حرام کو حرام۔ایسی صلح (راضی نامہ) جائز نہیں جس سے حرام حلال اور حلال حرام ہو جائے؛

۴۔ پیشی کے لیے تاریخ اور مہلت دینا اور ثبوت مہیا نہ کر سکے تو مقدمہ خارج کر دینا؛

اگر کوئی شخص اپنے حق کو ثابت کرنے کی خاطر فوری طور پر ثبوت مہیا نہ کر سکے تو اسے کچھ عرصہ کی مہلت دو۔ اگر اس عرصہ میں وہ ثبوت مہیا کر دے تو اس کا حق اسے دلاو لیکن اگر مدت کے اختتام تک وہ ثبوت بہم نہ پہنچا سکے تو مقدمہ خارج کر دو۔ایسا کرنے سے اتمام حجت بھی ہو جائے گی اور شک بھی دور ہو جائے گا۔

- خلافت راشدہ سے چند مثالیں

ا۔ حضرت عمرؓ قاضی شریح کی عدالت میں:

قاضی شریح عہد خلفاے راشدین کے بہت مشہور اور نامور قاضی گزرے ہیں۔اسلامی قضاۃ میں ان کا ایک اہم مقام ہے۔انہیں حضرت عمرؓ نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔کبار تابعین میں سے تھے اور ۷۵ برس برابر قاضی رہے۔بقول علامہ شبلی نعمانیؒ کہ وہ اس قدر ذہین اور معاملہ فہم تھے کہ تمام عرب میں ان کا جواب نہ تھا۔آج تک ان کا نام مثال کے طور پر لیا جاتا ہے۶۷۔ حضرت علیؓ ان کو اقضی العرب کہا کرتے تھے۔ان کی تقرری کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لیے ایک سواری میں چوٹ کھا کر داغی ہو گیا۔حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کرنا چاہا لیکن گھوڑے کے مالک نے انکار کیا۔اس پر نزاع ہوا اور شریح ثالث مقرر کیے گئے۔انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی

تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حق یہ ہے اور اسی وقت شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا(٦٨)۔

یہاں خلیفہ کے خلاف بلا امتیاز ایک ہی نشست میں فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔ عدل وانصاف کی راہ میں نہ تو خلیفہ کا مقام ومرتبہ حامل ہوتا ہے، اور نہ نفاذ میں کوئی ٹال مٹول کی جاتی ہے بلکہ عدل کی اعلی مثال قائم کرنے پر شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ قاضی شریح کی عدالت میں

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو ایک عام آدمی کی طرح اس کے خلاف قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ قاضی نے حضرت علیؓ سے ثبوت طلب کیا لیکن وہ قانون عدل کے مطابق ثبوت پیش نہ کر سکے۔ اس لیے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا۔ یہودی نے مقدمہ تو جیت لیا لیکن اس بات نے اسے قدر متاثر کیا کہ اسی بنا پر وہ برضا ورغبت ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا کہ صدر حکوت نے عام شہری کی طرح عدالت میں استغاثہ دائر کیا اور جج نے ان سے کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا نہ رکھا(٦٩)۔

اس مقدمہ میں بھی پہلی سماعت پر ہی فیصلہ ہو جاتا ہے اور اس عدل کی گواہی ایک دشمن بھی دیتا ہے۔

۱۔ اندھے قتل کا فوری فیصلہ:

یمن میں ایک شخص مردہ حالت میں ملا، تو وہاں کے گورنر نے حضرت عمر سے اس حوالہ سے دریافت کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا؛ جن دو بستیوں کے درمیان یہ شخص مردہ حالت میں ملا ہے، پیائش کر کے دیکھ لو اس جگہ سے جس بستی کا فاصلہ زیادہ قریب ہے ان لوگوں کو بلا کر تفتیش کرو۔ گورنر نے اس ہدایت کے مطابق عمل کرتے ہوئے جس بستی کا فاصلہ زیادہ قریب تھا ان لوگوں کو بلا کر انہیں قانون قسامہ کے مطابق قسمیں اٹھانے کو کہا، پچاس افراد نے قسمیں اٹھائی اور ہر ایک نے کہا کہ نہ تو میں نے قتل کیا ہے اور نہ ہی میں قاتل کو جانتا ہوں(٧٠)۔

موجودہ عدالتی نظام میں اس نوع کے قتل کو اندھا قتل قرار دے کر سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے، اگر اسلامی قانون قسامت کے مطابق اس نوع کے قتل کی تحقیق کی جائے تو متاثرہ فریق کی بہت جلد دادرسی ہو سکتی ہے۔

ix. انصاف کی فوری فراہمی کے لیے اسلام کے عدالتی نظام کے بنیادی اصول:

۱. مقررہ تاریخ پر پیشی کے نتیجے میں بروقت انصاف کا حصول:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے ان سے کہا: کیا

تمھیں یہ بات معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں دو آدمی کوئی مقدمہ یا جھگڑا لے کر آتے تھے اور آگے کی کوئی تاریخ دونوں کے مشورے سے طے ہو جاتی تھی اور (اس مقررہ تاریخ پر) ان میں سے ایک شخص آجاتا تھا اور دوسرا نہیں آتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اس شخص کے حق میں فیصلہ فرمادیتے تھے جو حاضر ہو جاتا تھا اور اس شخص کے خلاف فیصلہ فرمادیتے تھے جو حاضر نہیں ہوتا تھا۔

ش: اگر مقررہ تاریخ پر کوئی فریق کسی معقول وجہ کے بغیر غیر حاضر ہو جائے تو فرض کر لینا چاہیے کہ یا تو اس کو مقدمہ سے کوئی دلچسپی ہیں یا اس کا موقف کمزور ہے، دونوں صورتوں میں عدالت کو چاہیے کہ اس غیر حاضر فریق کے خلاف دوسرے شخص کے حق میں ڈگری جاری کر دے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بلاوجہ تاریخوں پر تاریخیں دیئے چلے جانا اور پیشیاں ملتوی کئے جانا اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں، بلکہ مزید مہلت صرف اس صورت میں دی جانی چاہیے جب غیر حاضر فریق کو واقعۃً کوئی عذر شرعی ہو (مثلاً شدید بیماری، کسی قریبی عزیز کی موت وغیرہ) رہا وہ طریقہ جو آج کل ہمارے ہاں رائج ہے کہ ایک ایک مقدمہ برسوں لٹکا رہتا ہے اور جس فریق کا موقف کمزور ہو وہ مقدمہ کو طول دینے اور زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی غرض سے بات بات پر مہلتیں مانگتا رہتا ہے۔ یہ نہ صرف اسلامی نقطہ نظر سے ناجائز اور سخت معیوب ہے بلکہ عدل وانصاف کے راستے میں بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

۲. جھوٹی مقدمہ بازی کی وجہ سے انصاف میں تاخیر اور اس کا سد باب:

یحیٰ بن راشد سے ثابت ہے، کہتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے انتظار میں بیٹھے تھے اتنے میں وہ باہر نکلے اور آکر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: جس شخص کی کوئی سفارش اللہ کے احکام میں سے کسی حکم کے نفاذ میں آڑے آئی تو اس شخص نے خدا کی مخالفت مول لی، اور جس شخص نے جانتے بوجھتے کسی ناحق معاملہ میں مقدمہ بازی کی وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار رہتا ہے جب تک اس مقدمہ سے دستبردار نہیں ہو جاتا اور جس شخص نے کسی صاحب ایمان شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنمیوں کے نچوڑ سے بننے والے کیچڑ میں پھینک دیں گے۔ (یا پھینک دینے کا فیصلہ کر دیں گے) یہاں تک کہ وہ اپنے کہے سے واپس ہو۔

۳. قاضی کو از خود نظر ثانی کا حق

اگر تم نے آج کوئی فیصلہ کیا ہے لیکن مزید غور و فکر اور عقل سے کام لینے کے بعد تمھیں وہ فیصلہ غلط معلوم ہو اور حق ظاہر ہو جائے تو پہلے فیصلے سے رجوع کرنے میں تمھیں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ حق اپنی جگہ پر

قائم ہے۔اسے کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور باطل پر اصرار کرنے سے حق کی طرف رجوع کرنا بہر حال بہتر ہے۔ موجودہ عدالتی نظام میں انصاف کی فراہمی میں تاخیر کے بڑے بڑے اسباب ہی یہ ہیں کہ مقدمات کا بار بار التوا ہوتا ہے، سماعت کے بجاے اگلی پیشی دے دی جاتی ہے، بااثر ملزمان عدالت میں پیش ہی نہیں ہوتے اور سال ہا سال گزرنے کے بعد فیصلہ ہو جاے تو اپیل کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ خط کے مذکورہ نکات میں ان تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ فصلِ خصومات میں پورا عدل وانصاف انہی باتوں پر موقوف ہے کہ جن امور میں صلح ہو سکتی ہے ان میں ابتدا سے ہی صلح اور راضی نامہ کی کوشش کی جاے، معاملہ حل نہ ہو تو عدالت میں مناسب وقت تک سماعت کی جاے اور بلاوجہ التواء میں نہ ڈالا جاے۔ اسی طرح تاریخ معینہ پر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو یک طرفہ فیصلہ دے دیا جاےاور کسی شبہ کی صورت میں از خود نظر ثانی کرلے۔

۴. کمزور اور بے سہارا طبقہ کو انصاف کی فراہمی

اگر کسی معاشرے میں قانون کی حکمرانی نہ ہو اور بااثر ملزمان کے لیے قانون موم کی ناک ہو تو وہاں انصاف کا حصول ایک خواب بن جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کمزور طبقات کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد متعدد صحابہ کرامؓ نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہےاور سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی نظر میں وہ معاشرہ کیسے پاکیزہ ہو سکتا ہے جس کے طاقتور سے اس کے کمزوروں کو حق نہ دلایا جارہا ہو ۷۱۔ حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لايقدس الله أمة لا يؤخذ لضعيفها من شديدها(۷۲) یعنی کسی معاشرے میں عدل وانصاف کے معیار کو پرکھنا ہو تو اسلام کی نظر میں اس کا معیار یہ ہے کہ معاشرے کے کمزور اور بے سہارا طبقات کو انصاف ملتا ہے یا نہیں۔ اگر طاقت ور اور بااثر ملزمان سے شاہانہ سلوک کیا جاتا ہو اور انہیں اہم شخصیات قرار دے کر ملک کے تمام وسائل اس کی سکیورٹی پر لگا دیے جاتے ہوں اور ایک مظلوم طالبہ انصاف کے حصول سے مایوس ہو کر خود سوزی پر مجبور ہو جاتی ہو تو اس ملک کا نظام عدل سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔ قتل و غارت گری، انتقام، بدامنی اس معاشرہ کا مقدر بن جاتی ہے۔

۵. قانون کی نگاہ میں سب کے برابر ہونے کا اصول

نبی اکرم ﷺ نے جو نظام قضا عطا کیا ہے اس کی بنیاد مساوات اور برابری پر ہے۔ اسلامی قانون کی نگاہ میں امیر، غریب، طاقتور، کمزور، حکمران رعایا سب برابر ہیں اور اس اصول پر آپ ﷺ نے خود عمل کرکے قیامت تک کے لیے مساوات کا نمونہ قائم کر دیا ہے۔

مشہور واقعہ ہے قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت اسامہؓ نے آپ ﷺ سے اس عورت کی سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو، پھر فرمایا: (تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لیے گمراہ ہوئی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ہلاک ہوئی ہیں کہ وہ کم تر درجہ کے لوگوں کو سزا دیتے تھے اور اونچے درجہ کے لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا)۔ (۷۳) قانون کی حکمرانی کے لیے اسلام کے اس عادلانہ اصول کی آج بھی شدید ضرورت ہے۔

۶. وضعی قانون کی بہ نسبت قانون الٰہی کا احترام

عام طور پر انسان کے بنائے ہوئے قوانین کا احترام اور ڈر اس قدر نہیں ہوتا جس قدر قانونِ الٰہی کا ہوتا ہے کیونکہ ان قوانین کا دل پر قبضہ نہیں ہوتا۔ جب بھی مجرم کو قانون کی گرفت سے بچ نکلنے کا موقع ملتا ہے وہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ لیکن قانون الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے کسی خارجی دباؤ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ قانون الٰہی ہونے کے سبب اس کا احترام اور ہیبت پائی جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے فیصلوں کی بنیاد کتاب اللہ کو بنایا اور امت کو بھی یہی حکم دیا: اعملوا بالقرآن أحلوا حلاله و حرموا حرامه و اقتدوا به(۷۴) (تم پر کتاب اللہ کی پیروی لازم ہے۔ جس چیز کو اس نے حلال ٹھہرایا ہے اس کو حلال جانو، جسے اس نے حرام کیا ہے اسے حرام جانو)۔ حضور ﷺ نے اپنے اوامر و نواہی کی اتباع کا بھی حکم دیا، کیونکہ کتاب اللہ کے بعد دوسرا ماخذ سنت رسول ہے: **ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا**}: (۷۵) (جس چیز کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے اسے اختیار کرلو اور جس چیز سے روکا ہے اس سے رک جاؤ)۔ اسلام میں کارِ قضا کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس اہم ذمہ داری کو تاحیات خود جناب رسول اللہ ﷺ ادا کرتے رہے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب پر فائز کیے گئے تھے۔ اہل ایمان سے کہا گیا کہ وہ اپنے جملہ تنازعات میں حضور اکرم ﷺ کو ہی حاکم و قاضی مانیں اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو بہ رضا و رغبت قبول کرتے ہوئے ان کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کردیں ورنہ ایمان باقی نہیں رہے گا(۷۶)۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا(۷۷) یعنی جب مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کی طرف بلایا

جائے تو ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ سمع وطاعت کا سر جھکا دیں کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُون(۷۸) (ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا)۔

رسول اکرم ﷺ نے خود بھی فیصلے دیے ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی امت کے لیے بھی قضا کا ایک مستحکم نظام دیا، کیونکہ انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی قیام عدل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيز(۷۹) انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی لیقوم الناس بالقسط ہے یعنی لوگوں میں انصاف قائم کرنا ہے۔اس آیت کریمہ میں عوامی سطح پر قیام عدل کے لیے تمام ممکن ذرائع استعمال کرنے کا حکم ہے۔

انسان کے بنائے قوانین کا اس طرح کا احترام نہیں کیا جا سکتا جس طرح قانون الٰہی کا کیا جاتا ہے مثلاً شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو امتناع شراب کا کوئی آرڈیننس جاری نہیں ہوا لیکن تاریخ نے سمع وطاعت کا یہ بے مثال منظر دیکھا کہ شراب کے پیالے منہ سے ہٹا لیے گئے اور شراب گلیوں میں پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ حالانکہ نہ کسی کو جرمانہ ہوا، نہ کوئی جیلوں میں بند ہوا، اس کے برعکس آج دنیا کے نام نہاد مہذب ممالک اس کے نقصانات سے آگاہ کرنے اور اس کی تشہیر پر بے پناہ دولت خرچ کرتے ہیں، جائیدادیں بحق سرکار ضبط ہوتی ہیں لیکن حکومت کی پوری طاقت لوگوں کو شراب چھوڑنے پر امادہ نہیں کر سکتی۔

۷. قانون کی حکمرانی

قانون سے کسی کو استثنا حاصل نہیں ؛رائج عدالتی نظام میں ایک مقدمہ میں سال ہا سال اس بات کو طے کرنے میں لگ جاتے ہیں کہ کس کو کس قانون سے استثنا ہے اور کس کو یہ استثنا نہیں۔ یہ انسان کے وضع کردہ قانون کا سب سے بڑا نقص ہے کہ وہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی امتیازی قوانین کو سند جواز دے رہا ہے۔ لیکن دین اسلام میں اس قسم کا کوئی امتیاز یا استثنا نہیں ہے۔ حاکم اور محکوم، اپنے اور غیر، امیر اور غریب، شریف اور ادنی، سرکاری افسر اور عام شہری سب قانون کی نگاہ میں برابر ہے۔ کسی کے لیے کسی قسم کا امتیازی قانون نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کے استثنا کا تصور ہے۔ جو حق ہے وہ سب کے لیے حق ہے۔ جو گنا اور جرم ہے وہ سب کے لیے گناہ اور جرم ہے جو حرام ہے اور سب کے لیے حرام ہے اور جو حلال ہے وہ سب کے لیے حلال ہے بلکہ سب سے بڑھ کر

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لیے بھی کبھی استثنا حاصل نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں: «وَلَقَدْ رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِهِ قَائِمًا يُقِيدُ مِنْ نَفْسِهِ»۸۰ (میں نے رسول اکرم ﷺ کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے دیکھا ہے)

موجودہ عدالتی نظام میں حکمرانوں اور بااثر طبقہ کے لیے قانون کس طرح موم کی ناک ہے، اس کا ثبوت اعلیٰ عدالتوں میں زیر سماعت وہ ہائی پروفائل کیس ہیں جن پر عدلیہ نے وقت کے ضیاع کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں کیا بلکہ ان کا رہا سہا وقار بھی خاک میں مل گیا۔

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت واتباع ایک مومن کے ایمان کا لازمی نتیجہ ہے۔ آپ ﷺ کو رسول ماننے کے بعد یہ حق رسول اکرم ﷺ کا ہی ہے کہ آپ ﷺ کے ہر حکم اور ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور آپ کے بتائے ہوئے طریقہ کی اتباع کرے۔

عدل وانصاف کے قیام اور فروغ کے معاملہ میں جو راہنمائی رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی ہے اس کی روشنی میں عدالتی نظام وضع کرنا اور وحی الٰہی پر مبنی قوانین کی روشنی میں فیصلہ دینا ایمان کا تقاضا ہے، اس کے بغیر ہم مومن کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا(۸۱) (کیا آپ نے اے محمد ﷺ ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور جو کتاب آپ سے پہلے نازل کی گئی ہے، مگر وہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ انہیں (حاکم) نہ مانیں لیکن شیطان انہیں بہکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے)۔

اس سے پہلے یہ حکم دیا گیا ہے: **يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا**(۸۲) (اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اس کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو اور جب کسی امر میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کے احکام کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے عمدہ ہے۔)

دستور پاکستان کا تقاضا

مملکت خداداد کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اسلامی قوانین کے نفاذ کی مضبوط بنیاد قرارداد مقاصد کی شکل میں رکھ دی گئی تھی جس میں یہ اعتراف کیا گیا کہ حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty) صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ عوام کے ذریعے مملکت خداداد کو جو اختیارات حاصل ہوئے ہیں انہیں اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر استعمال کیا جائے گا۔ اس دستوری دستاویز کو آئین سازوں اور اعلیٰ عدالتوں نے اہم عدالتی دستاویز کے طور پر لیا ہے۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے حوالے سے بھی اہم کاوشیں ہوئیں۔ وفاقی شرعی عدالت کو قرآن و سنت سے متعارض قوانین کو منسوخ قرار دینے کا اختیار بھی مل گیا۔ ان تمام کاوشوں کے باوجود شریعت کی بالادستی، اسلامی قوانین کے نفاذ اور اسلام کے عدالتی نظام کے نفاذ میں بڑی رکاوٹیں حائل ہیں۔

عدالتی امور اب بھی انگریزوں کے چھوڑے ہوئے قوانین کے تحت چلائے جا رہے ہیں مثلاً تعزیراتِ پاکستان (PPC) ۱۸۶۰، ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸، ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ وغیرہ۔ ایک آزاد ملک کے آزاد شہریوں کے لیے وہی پولیس ایکٹ برقرار رکھا گیا جو انگریزوں نے اپنے غلاموں کو کنٹرول کرنے کے لیے بنایا تھا۔ اگرچہ ان قوانین میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہیں اور وفاقی شرعی عدالت نے بھی سینکڑوں قوانین کو اسلام کے مطابق بنایا ہے لیکن انصاف کی فراہمی میں جو دو بڑی رکاوٹیں تھیں انہیں وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کار سے باہر رکھا گیا۔ ان میں ایک تو پروسیجرل لا ہے جو انصاف کے حصول میں غیر معمولی رکاوٹ ہے اور دوسرا سودی نظام معیشت ہے جسے پہلے تو ایک عرصہ تک شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا اور پھر خود مختلف حکومتوں نے اپیلوں کی نذر کر دیا۔

حاصل بحث

عدالتی نظام کے مؤثر ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ عوام میں اس پر کس قدر اعتماد پایا جاتا ہے اور وہ قانون کو کس قدر عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ یہ صرف اسلامی قانون کا خاصہ ہے، تاہم اسلام کے عدالتی نظام کی برکات سے صرف اسی صورت میں مستفید ہو سکتے ہیں جب اسلام کا مکمل قانونی، معاشی اور معاشرتی نظام نافذ ہو اور عدل اجتماعی کا بھی اہتمام ہو، کیونکہ جہاں سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام غیر اسلامی خطوط پر چل رہا ہو وہاں عدالتی نظام میں جزوی پیوندکاری سے عدل کا قیام ناممکن ہے۔ حدود قوانین کا تجربہ ہمارے سامنے ہے۔

جب ریاست کفالت اجتماعیہ کا نظام قائم کرکے ہر فرد کی ضروریات پورا کرنے کا اہتمام کرتی ہو اور پھر بھی کوئی شخص چوری کرے یا ڈاکہ ڈالے تو اسلام کا فوجداری قانون حرکت میں آتا ہے اور اس طرح کی مجرمانہ

ذہنیت رکھنے والوں سے معاشرے کو پاک کرتا ہے۔ تمام اصلاحی تدابیر اور آخرت کی باز پرس کے احساس دلانے کے باوجود باغیانہ سوچ رکھنے والے جائز مواقع کو چھوڑ کر ناجائز طریقہ ہی اختیار کرنا چاہیں تو پھر سنگین سزائیں تجویز کی جاتی ہیں۔ عدالتی نظام کو مؤثر بنانے اور انصاف کی بر وقت فراہمی کے لیے درج ذیل اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں:

- جرائم پر قابو پانے کے لیے اسلامی معاشرے کی تشکیل ناگزیر ہے اور آئین کی رو سے ریاست کا بنیادی فرض ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لیے اقدامات کرے۔ اس نوع کے اقدامات سے جرائم کی ایک معتد بہ تعداد عدالتی مداخلت کے بغیر ہی کم ہو جاتی ہے اور اس طرح عدالتوں پر بوجھ کم ہو جاتا ہے۔
- محتسب کا ادارہ عوام کو انصاف کی فراہمی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ وفاقی محتسب کے قیام کے جزوی کامیاب تجربے کے تناظر میں اس ادارے کو صوبہ، ضلع اور تحصیل کی سطح تک پھیلانے اور اس کے تاریخی کردار کو بحال کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ عوام کو سستا اور فوری انصاف فراہم کرنے کا یہ ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ علاقائی دفاتر کے قیام سے عوام کو ادارے تک باآسانی رسائی میں مدد ملے گی اور وہ اپنی شکایات حل کرا سکیں گے۔
- اگر اسلامی نظام عدل کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے اور اس حوالے سے قانون سازی کی جائے کہ عدالت میں مقدمہ لانے سے پہلے اسے لازماً مصالحتی عمل سے گزارا جائے تو موجودہ عدالتی نظام کی بہت سی پیچیدگیوں اور بے پناہ اخراجات اور وسائل کے ضیاع سے بچا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے تحکیم اور ثالثی کے اداروں (Alternate Dispute Resolution) کو قانونی اور آئینی تحفظ دینے کی ضرورت ہے۔
- جرائم کے سد باب کے لیے حسبہ کا نیم عدالتی ادارہ زیادہ موثر ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ اصلاح معاشرہ میں اس ادارہ کا کردار غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ اس ادارے کے کردار کو مؤثر بنانے کے لیئے اسے مرکز اور صوبہ سے لے کر ضلع، تحصیل اور قصبہ کی سطح تک پھیلانے کی ضرورت ہے، اس طرح عدالتوں پر مقدمات کا بوجھ مناسب حد تک کم ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے قانون سازی اور عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔
- اسلام نے عدل وانصاف کی فراہمی کا جو پائیدار اور مستحکم نظام دیا ہے اس میں قانون الٰہی کے سبب خارجی دباؤ کے بغیر بھی اس کا احترام پایا جاتا ہے اور ہر مسلمان اسے اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ مقدمات

میں بار بار الجھنے کے بجائے اسے اللہ کا حکم سمجھ کر ماننے میں عافیت تصور کرے گا اور اسکے خلاف اپیل میں نہیں جائے گا۔ اگر معاشرے میں یہ شعور پیدا کر دیا جائے کہ حرام مال آگ کا ٹکڑا ہے تو حرام آسانی سے بھی مل رہا ہو تب بھی وہ اس سے دست بردار ہو جائے گا چہ جائے کہ وہ دوسرے کا حق مارنے کے لیئے عدالتی اور غیر عدالتی ہر حربہ آزمانے کے لیئے تیار بیٹھا ہو۔ اس نوع کی آگاہی اور شعور پیدا کرنے کے لیے منبر اور محراب کے علاوہ ذرائع ابلاغ زیادہ مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

- انصاف کی بر وقت فراہمی کے لیے عدلیہ اور قانون کے پیشہ سے وابستہ افراد کی اسلامی خطوط پر تربیت ناگزیر ہے ،اس سے آخرت میں جواب دہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ پیشہ ورانہ تربیت کے لیے ریفرشر کورسز کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ مثلاً ہمارے قومی قانونی ڈھانچے میں سائبر کرائمز کی روک تھام کے حوالے سے الیکٹرونک ٹرانزیکشن آرڈیننس ۲۰۰۲ اور پاکستانی ٹیلی کمیونیکشن ری آرگنائزیشن ایکٹ ۱۹۹۶ جیسے قوانین نافذ ہیں، جبکہ حال ہی میں اس حوالے سے نیا قانون لایا جا رہا ہے، لیکن جب تک عدالتی عملہ کی جدید خطوط پر تربیت کا مؤثر اور مناسب انتظام نہیں ہو گا اس پر عمل درآمد ممکن نہیں ہو گا۔
- انصاف کی بر وقت فراہمی کے لیے مذکورہ اقدامات کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مطلوبہ تعداد میں جج صاحبان اور دیگر عملہ مہیا کیا جائے،، قانون میں جو ٹائم فریم دیا گیا ہے اس کی سختی سے پابندی کی جائے اور مقدمات کے بار بار التوا کی حوصلہ شکنی کی جائے، استثنائی حالات کے علاوہ مقدمات ملتوی نہ کیے جائیں۔ وکلا ضابطہ اخلاق کی پابندی کریں اور اہل افراد کو تفتیش کا کام سونپا جائے۔ اپیل اور مقدمہ کے لیے ٹائم فریم مقرر کیا جائے اور استغاثہ کو پابند بنایا جائے کہ وہ اس عرصہ میں ثبوت فراہم کرے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) Annual Report Law & Justice Commission of Pakistan, Law & Justice Secretariat, Supreme Court Building, Islamabad Pakistan,p. 5

(2) The Role of Judiciary as a catalyst of change, Justice Javed Iqbal, p. 1, (www.supreamcourt.gov.pk/ijc/articles/9/)

(3) Report on National Judicial Conference, February 9-11 2007, Law & Justice Secretariat, Supreme Court Building, Islamabad Pakistan , P.250-286

(۴) ایضاً، ص ۲۲

(۵) ایضاً، ص ۲۶، ۲۸، ۲۹

(۶) ایضاً، ص ۲۲۵

(۷) انیس الرحمٰن ، ایڈوکیٹ، برطانوی قوانین فروغ جرائم اور تاخیر انصاف کے ذمہ دار ہیں،ادارۃ القرآن، کراچی ۲۰۰۱، ص ۵

(۸) ایضا

(۹) ایضا

(10) Report on National Judicial Conference, February 9-11 2007, Law & Justice Secretariat, Supreme Court Building, Islamabad Pakistan , P.285

(۱۱) قانون وانصاف کمیشن، قانون فہمی، سپریم کورٹ بلڈن اسلام آباد، ۲۰۰۲، ص ۱

(12) Faqir Hussain, Dr., Registrar, Supreme Court of PakistanJudicial System of Pakistan, 2011,P.21

(13) National Judicial policy, (Revised Edition) 2009 National Judicial policy Making Committee, P.7

(14) Judicial System of Pakistan,P.22

(15) Report on National Judicial Conference, February 9-11 2007 , P.28

(۱۶) طارق، عبد الصبور، سید، قدیم مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل اور حکمرانوں کے خلاف فیصلے، البدر پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۷، ص: ۴۷۔۱۰۴

(۱۷) البحر الرائق ۶: ۲۸۵

(۱۸) ایضا: محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی. اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، اشاعت ۱۹۸۷، ص ۱۷۸۔۱۸۲

(۱۹) المنذری، عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترھیب، دار الكتب العلمية – بيروت, الطبعة الأولى، ۱۴۱۷ تحقیق: إبراهيم شمس الدين, كتاب القضاء ۳: ۱۱۷

(۲۰) ایضا

(۲۱) النساء، ۴: ۱۳۵

(۲۲) تفصیل کے لیے دیکھیے؛ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۵،۳۱، سورہ النور آیت نمبر ۱۱۔۲۷، ۱۹۔۳۴

(۲۳) المائدۃ؛ ۵: ۹۰

(۲۴) القرطبیّ، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لأحكام القرآن المعروف تفسير القرطبي، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۴، ۶، ۲۷۳

(۲۵) انسائکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۵۷: ۱۸ مقالہ Prohibition

(۲۶) سنن أبي داود، كتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، دار السلام الریاض، الطبعۃ الاولی، ۱۹۹۹، ص ۶۲۲

(۲۷) سنن أبي داود، كتاب الحدود، باب المرأة التي أمر النبيّ –صلّى الله عليه وسلم– برجْمها من جُهينةَ، ص ۶۲۵

(۲۸) ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری، الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم، : دار الجیل بیروت + دار الآفاق الجدیدۃ- بیروت، ۵؛ ۱۰۹ (۴۴۸۱ ,)

(۲۹) سنن أبي داود ، كتاب الايمان و النذور، باب فِيمَنْ حَلَفَ يَمِينًا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالاً لأَحَدٍ، ص ۴۷۳

(۳۰) الجامع لأحكام القرآن المعروف تفسير القرطبي، ۱۲: ۱۴۲

(31) The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Federal Law House, Lahore,2016,P.343

(۳۲) الحج ۲۲: ۴۱

(۳۳) السِّجِستانی، سلیمان بن الأشعث (المتوفی: ۲۷۵ھ-)، ابو داود، سنن أبي داود، المحقق: شعَيب الأرنؤوط - محَمَّد كامِل قره بللی، دار الرسالة العالمية، طباعت اول، ۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹، قضاء القاضی اذا اخطا ۵:۴۳۶

(۳۴) ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری، الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم باب قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله تعالى عليه وسلم – « مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، دار الجیل بیروت و دار الأفاق الجدیدة- بیروت، ۲۹۵

(۳۵) البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، ابو بکر (المتوفی: ۴۵۸ھ-) شعب الإيمان، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض الطبعة: الأولى، ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۳م فصل فيما كان يلبسه رسول الله صلى الله عليه و سلم من الثياب وما كان يختار لبسه ويرغب فيه ۸:۲۸۳(۵۶۷۷)

(۳۶) الکتانی، الشیخ عبدالحیی نظام الحكومة النبوية المسمى التراتيب الإدراية، دار الکتاب العربی، جلد اول، ص ۲۸۷

(۳۷) رپورٹ نیشنل جوڈیشل کانفرنس، ص ۶۱

(۳۸) النساء ۴:۳۵

(۳۹) الحجرات ۴۹:۱۰

(۴۰) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی (المتوفی: ۵۸۷ھ-) دار الکتب العلمیة، الطبعة: الثانیة، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م، عدد الأجزاء: ۷، ص ۳

(۴۱) صحيح البخاري: ، كتاب الحدود، (۱:۱۰،۳۴۱)

(۴۲) الجامع الصحيحالبخاری، دار ابن کثیر، الیمامة—بیروت الطبعة الثالثة، ۱۴۰۷ - ۱۹۸۷ باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه ۳:۱۳۸۶(۳۵۹۳)

(۴۳) نیشنل جوڈیشل کانفرنس، ص ۶۱

(۴۴) ایضاً

(۴۵) سنن أبي داود، كتاب القضاء، باب في الصلح، ص ۵۱۶

(۴۶) ایضاً

(۴۷) سنن أبي داود ،باب التصفيق في الصلاة ۲:۲۰۲

(۴۸) البیہقی، سنن البيهقي الكبرى باب ما جاء في التحلل وما يحتج به من أجاز الصلح على الإنكار ۶:۶۶

(49) Annual Report of the Federal Ombudsman 2015, p. 3

(۵۰) غازی، محمود احمد، ادب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، طبع سوم، ص۳۷۹

(۵۱) سنن أبي داود, کتاب القضاء، باب فی القضاء، ص ۵۲۲

(۵۲) السیوطی : عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین (المتوفی : ۹۱۱ھ) حسن المحاضرة في تاريخ مصر والقاهرة، : دار إحیاء الکتب العربیۃ۔ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ –مصر، الطبعۃ: الأولى ۱۳۸۷ھ - ۱۹۶۷م ۵۷۸;۱

(۵۳) الشوریٰ ۱۵:۴۲

(۵۴) حسن عبداللہ، آل شیخ، سعودی عرب کا عدالتی نظام، (ترجمہ ڈاکٹر محمد اقبال مسعود ندوی) ادارہ معارف اسلامی، طباعت اول ۱۹۹۰, ص ۶۳

(۵۵) النجم ۵۳؛۳۔۴

(۵۶) المائدہ ۵؛۴۹

(۵۷) صحیح البخاری, ۳۳۹۰;اکتاب الحدود

(۵۸) صحیح البخاری, کتاب الطلاق ۲۷۷;۱

(۵۹) قاسمی، مجاہد الاسلام، اسلامی عدالت حصہ اول، ادارہ معارف اسلامی لاہور، اشاعت دوم، ۱۹۹۱، ص ۱۶- ۳۰۔ یعقوب بن ابراھیم، ابویوسف، کتاب الخراج، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۹، ص ۱۱۵

(۶۰) اِحمد بن محمد بن حنبل (المتوفی : ۲۴۱ھ)، اِبو عبد اللہ، امام، مسند أحمد بن حنبل، المحقق : السید اِبو المعاطی النوری: عالم الکتب –بیروت، طباعت اول، ۱۴۱۹ھ– ۱۹۹۸، مسند علی بن طالب، ۱؛۸۳

(۶۱) الوکیع، محمد بن خلف، أخبار القضاة، علم الکتب، بیروت، طباعت اول ۲۰۰۱، ص ۷۴

(۶۲) شبلی نعمانی، الفاروق، گوہر پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۸۷

(۶۳) ایضا

(۶۴) أخبار القضاة، ص ۷۵

(۶۵) السنن الکبری للبیھقی، ۱۰؛۱۸۲

(۶۶) أخبار القضاة، ص ۱۸۱

(۶۷) الفاروق، ص۱۹۱

(۶۸) أخبار القضاة، ص۳۵۷

(۶۹) ایضا، ص ۳۶۴

(۷۰) اِر۔کی۔نور محمد،أقضية الخلفاء الراشدين،دارالسلام الریاض، طباعت اول ۲۰۰۳ء، ۱:۳۰ ۶

(۷۱) القزوینی، محمد بن یزید،ابو عبداللہ (المتوفی: ۲۷۳ھ-)، ابن ماجۃ، سنن ابن ماجه، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی دار إحیاء الکتب العربیۃ، باب الامر بالمروف والنهی عن المنکر ۲:۱۳۲۹

(۷۲) البزار،ابو بکر احمد بن عمرو (المتوفی: ۲۹۲ھ-)،، مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، المحقق: محفوظ الرحمٰن زین اللہ: مکتبۃ العلوم والحکم -المدینۃ المنورۃ، طباعت اول، مسند عائشہ ۱۸:۲۱۹

(۷۳) الألبانی، محمد ناصر الدین (المتوفی: ۱۴۲۰ھ-)، مختصر صَحِيحُ الإِمَامِ البُخَارِي، مکتَبۃ المَعارف للنَّشر والتوزیع، الریاض طباعت اول، ۱۴۲۲ھ- - ۲۰۰۲ ،کتاب الحدود، ۴:۲۰۶

(۷۴) الحاکم, محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ ،المستدرک على الصحيحين، فضائل وروای متفرقة ، دارالکتب العلمی, بیروت طباعت اول ۱:۷۵۷

(۷۵) المستدرک على الصحيحين، ۲:۲۵۲

(۷۶) ابو عبد اللہ, محمد بن فرح, المالکی، اقضية الرسول صلى الله عليه وسلم، دارالکتاب اللبانی، طباعت دوم، ۱۹۸۲ء، ص ۳۰۷

(۷۷) النساء ۴:۶۵

(۷۸) النور: ۲۴:۵۱

(۷۹) الحدید ۵۷:۲۵

(۸۰) ابوبکر عبدالرزاق، المصنف، باب القود من السلطان، المجلس العلمی، الہند ,طباعت دوم، ۹:۴۶۵؛ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، البیروت، ۱۹۷۹ء ص ۱۱۶

(۸۱) النساء ۴:۶۰

(۸۲) النساء ۴:۵۹

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆